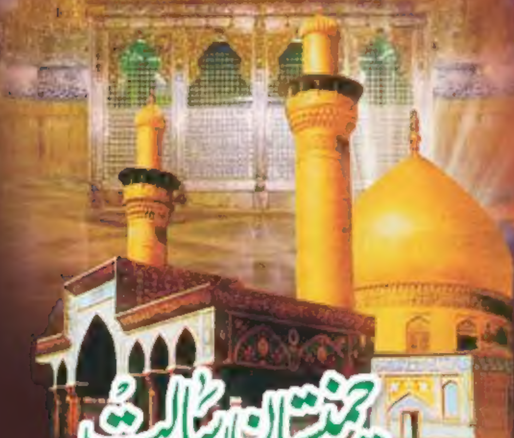
تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

ماہنامہ الحقیقۃ پاکستان

اگست 2020

اللہ کی ندا

سن ھجری اور ماہ محرم



چمنستانِ رسالت کے دو پھول



کشف المعانی المکتوبات امام ربانی

صفاتِ عالیہ سے متصف

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ رحمہ (ادبی)



جامع آیا صوفیہ

نو مسلم ڈائری مرزائیت پر برق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس-۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

صفات عالیہ سے متصف

سعید آسوی کے قلم سے

حضور مفکر

اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ

قحط الرجال کے اس دَور میں خوفِ خدا، عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زہد وتقویٰ اور جرات واستقامت کا حسین امتزاج دیکھنا ہو تو جس شخصیت کی طرف نگاہ اٹھتی ہے، وہ ہیں شمس العارفین، بدر الکاملین، حضور مفکرِ اسلام اعلیٰحضرت پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہٗ العزیز۔ وطنِ عزیز کے ایک پسماندہ علاقے شکر گڑھ کو مرکز بنا کر فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس امین نے جس طرح ملک بھر کے لاکھوں لوگوں کو شعائرِ اسلامی کا پابند بنایا، عشقِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سینے معطر کیے، انسانیت سے محبت کا چرچا کیا، اس کی مثال کم از کم اس دورِ آخر میں نہیں ملتی۔

مقدّس حیات کا عنوانِ جلی: آپ کی حیات کا عنوانِ جلی خوفِ خدا و عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آپ کے بے مثال پیرو مرشد اعلیٰحضرت، عظیم البرکت پیر سید علی حسین شاہ نقشِ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس بے نظیر مرید کی تربیت وتعلیم میں اپنی بہترین صلاحیتیں وقف کر دی تھیں، چنانچہ اسی حسنِ تربیت کا فیضان تھا کہ آپ اپنے دَور میں ایک عدیم المثال شخصیت تسلیم کیے گئے۔ محبتِ خدا اور رسول کی یہ صورتحال تھی کہ کبھی بے وضو اسم ''اللہ'' اور ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان پہ نہیں لائے۔ پوری زندگی میں ایسا عظیم الشان اہتمام ایک عظیم مجاہدہ ہے۔ اس خادم کو اللہ کریم جل جلالہٗ نے بطفیلِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور بدعائے شیخ کریم علیہ الرحمہ پہلا بیٹا عطا فرمایا تو نام رکھنے کے لیے عرض کیا۔ آپ کی عادتِ کریمہ تھی کہ اہم شخصیات کے دنوں کی مناسبت سے نام تجویز فرماتے۔ چونکہ بیٹا یکم ذوالحج کو پیدا ہوا تھا جو کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا مہینہ ہے، آپ نے فرمایا خلیل کے آگے رب کا اسم پاک لگا لو یا خلیل سے پہلے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا اسمِ مبارک۔ ساتھ ہی صراحت فرما دی کہ اس وقت میرا وضو نہیں، اس لیے ان کے اسماءِ پاک زبان پہ نہیں لیے۔ یوں 'محمد خلیل' نام رکھا گیا۔

یہ مجاہدہ بھی کمال کا ہے کہ ایامِ شباب میں پانچوں فرض نمازیں اور نمازِ تہجد (چھ نمازیں چھ مرتبہ) غسل فرما کر ادا کیا کرتے تھے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا، حدیثِ پاک کے مطابق حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امتیوں کو ان کے وضو والے اعضاء کے چمکنے سے پہچانیں گے۔ میں

چاہتا ہوں کہ میرا پورا بدن ہی جھکے (اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم خوب پہچانیں)۔ اس قسم کے مجاہدے اعلیٰ قسم کے مجاہدے ہیں کیونکہ یہ براہِ راست شریعتِ مطہرہ سے متعلق ہیں۔ رمضان شریف کے فرض روزوں کے علاوہ محرم کے پہلے دس دن، شوال کے چھ دن، ذی الحجہ کے پہلے نو دن، کبھی ایامِ بیض (اسلامی مہینوں کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزے، رجب اور شعبان میں متعدد روزوں کے علاوہ گاہے بگاہے کثرت سے روزوں کا آپ کو شغف تھا۔

ہر وقت خدائے بزرگ و برتر کی لامحدود رحمتوں ہی کے تذکرے وردِ زباں رہتے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکرِ پاک کرتے گھنٹوں بیت جاتے لیکن تھکاوٹ کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکرِ خیر سنتے ہی چشمانِ مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکرِ پاک کرتے تو محسوس ہوتا جیسے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں خود کو حاضر جان کر اور آپ کا خوب تصوّر کر کے ذکر کر رہے ہیں۔ اگر چہ فتویٰ کی رُو سے درود شریف بغیر وضو کے پڑھنا جائز ہے، لیکن آپ اسے تقویٰ کے منافی گردانتے، چنانچہ ہمیشہ باوضو ہو کر مدینہ پاک کی طرف رُخ کر کے دوزانو بیٹھ کر پڑھتے۔ مریدین کو بھی یہی تاکید کی جاتی تھی۔ کتابیں اپنی نشست سے ذرا اوپر رکھتے کہ ان میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اسمائے پاک ہوتے ہیں۔ زمین پر گرے کسی کاغذ پر اللہ تعالیٰ، نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا کسی بھی مقدس شخصیت کا اسم شریف لکھا دیکھتے تو تکلیف محسوس کرتے، فوراً اٹھا کر آنکھوں اور لبوں سے لگا لیتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہندسوں کا بھی ادب ہوتا ہے، اس لیے کہ ان سے (حروفِ ابجد کے قاعدے سے) مقدّس نام بنتے ہیں۔ نعت خوانوں کا ادب مبالغے کے ساتھ کرتے، انہیں اونچی جگہ بٹھا کر یا کھڑا کر کے نعت شریف سنی جاتی۔ سبز گنبد رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت میں کبھی سبز فرش، سبز قالین وغیرہ پہ قدم نہ رکھتے۔ سبز صابن استعمال نہ کرتے کہ بہہ کر نالی میں جائے گا۔ حضور ایک مرتبہ محترم شمس الدین نقشبندی صاحب کے ہاں لاہور تشریف لے گئے۔ صبح کا وقت تھا۔ نقشبندی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ وضو فرمانے لگے تو میں قریبی دکان سے نیا صابن پکڑ لایا جو سبز رنگ کا تھا۔ جب پیش کیا تو آپ معترض ہوئے کہ سبز رنگ کا صابن کیوں لائے ہیں۔ آپ کا مؤقف یہ تھا کہ گنبدِ خضراء کا رنگ سبز ہے، اس اعتبار سے یہ رنگ مقدّس ہوا، جبکہ سبز رنگ کا صابن استعمال کرنے کی صورت میں اس کا رنگ نالیوں میں جاتا اور بے ادبی ہوتی۔ چنانچہ میں جلدی سے گیا اور تبدیل کروا لایا۔

حقیقت یہی ہے کہ آپ حُبّ و الفتِ خدا اور عشق و غیرتِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے معطر وہ پھول تھے جس نے جہاں بھر میں انہی خوشبوؤں کو عام کیا۔ ایک مرتبہ فرمایا: "جسے یہاں آ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت نہ ملے، وہ بے شک نہ آیا کرے"۔ بالخصوص کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے آپ کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے جسمِ مبارک کا ذرّہ ذرّہ بارگاہِ نبی کی طرف متوجہ ہے۔ آپ اللہ کریم اور رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ کے 'حضوری' تھے۔ جو شخص صدقِ دل اور حسنِ ارادت سے آپ کی زیارت کر پاتا، اس پر اس کے حسب حال رقت طاری ہو جاتی تھی۔ چنانچہ آپ کی غلامی کا سب سے بڑا فائدہ بھی یہی تھا کہ قلوب و اذہان حضور سرورِ دارین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت و غیرت سے متوّر ہو جاتے تھے اور جوں جوں آپ سے رابطہ بڑھتا، خواجۂ دوجہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت و غیرت بھی بڑھتی جاتی۔ اگر حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمۃ کو معلوم ہوتا کہ آپ کی بارگاہ میں آنے والا دررسول کی حاضری دے کر آیا ہے تو آپ اس کے ہاتھ چومتے اور بسا اوقات اس کے پاؤں کو چھوتے اور بہ اصرار ایسا کرتے اور فرماتے کہ جن پاؤں نے رب کے سب سے بڑے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درِ اقدس کی خاک کو چھوا ہے، مجھے انہیں چھو لینے دو۔ جو لوگ خانہ کعبہ یا مسجد نبوی کے احترام میں پہلے سے ہی جوتے اتار لیتے آپ ان کی اس حرکت کو ناپسند فرماتے کہ پھر انہیں گندے پاؤں کے ساتھ مقدس مقامات میں داخل ہوتے تھے۔

یونہی ساداتِ کرام کے احترام میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑتے۔ اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ سید ہے تو اس کے ہاتھ چومتے،

کبھی اس کے پاؤں کو ہاتھ لگاتے۔ یہ خادم ایک مرتبہ حاضرِ بارگاہ ہونے کے لیے روانہ ہوا تو ساتھ دس گیارہ برس کا ایک سید بچہ ہولیا۔ دیہات میں رہنے والا یہ بچہ ایک ٹانگ سے معذور تھا، رنگ نہایت سیاہ تھا، یعنی مجموعی طور پر وضع قطع ایسی تھی کی اس کے ساتھی لڑکے بھی اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب ہم خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور کو معلوم ہوا کہ بچہ گلشنِ سادات کا ایک پھول ہے تو اس کے ہاتھ چومے، اونچی جگہ پر بٹھایا، غرض خوب تعظیم کی اور جب وہ بچہ رخصت ہونے لگا تو کچھ رقم بطور نذرانہ بھی دی۔ آپ کی یہی عادت مبارکہ تاحیات رہی۔ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے مقدس خاندان یعنی ساداتِ کرام کا کوئی فرد اگر چہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوتا، پھر بھی اس کے ادب و احترام کا التزام ہوتا اور دیگر کو بھی سختی سے تاکید ہوتی کہ ان کی تعظیم سے سرِ مُو انحراف نہ برتا جائے۔

اعلیٰحضرت حضور قبلۂ عالم پروفیسر محمد حسین آسی قدس سرہٗ العزیز ایک زبردست صوفی شاعر بھی تھے۔ آپ نے اردو کے علاوہ عربی، انگریزی، پنجابی اور فارسی میں بھی نعتیہ کلام اور اپنے پیرومرشد کی شان میں منقبتیں لکھی ہیں۔ (انگریزی زبان پر آپ کو ایسا عبور تھا کہ جب آپ ابھی فرسٹ ائیر کے طالبعلم تھے تو دو دو گھنٹے اپنے انگریزی کے پروفیسرز سے انگریزی میں گفتگو کر لیتے تھے)۔ حمد و نعت کو یکجا کر کے نہایت حسین اور دلکش انداز سے پیش کرنا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

میلاد شریف بیان کرنا حضور مفکرِ اسلام کا پسندیدہ ترین موضوع تھا اور میلاد شریف کو بیان کرتے وقت آپ دیگر شعراء کی طرح محض فضائل و مناقب تک ہی محدود نہ رہتے بلکہ اس عظیم روحانی، علمی، فکری اور نظری انقلاب کی طرف اشارہ ضرور کر دیتے جو دراصل عظمتِ رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کی چمکتی ہوئی دلیل ہے۔

جناب محمد اقبال صاحب (چیئرمین بزمِ نعت سیالکوٹ) راوی ہیں کہ ۸۱-۱۹۸۰ء میں کینٹ ایریا میں ایک ڈاکٹر صاحب کے گھر محفلِ میلاد تھی۔ سخت سردیوں کے دن تھے۔ ایک نعت خوان صاحب نہایت خوبصورت انداز سے عقیدت و محبت کے ساتھ نعت شریف سنا رہے تھے۔ آپ یہ سن کر اتنے بے خود ہوئے کہ جتنی رقم پاس تھی، سب بطورِ انعام اسے دے دی۔ اس کے بعد کمبل، پھر اپنا واحد سویٹر بھی اسے دے دیا۔ آخر میں صرف ایک رومال بچا، وہ بھی اس شخص کو عطا فرما دیا۔ (سبحان اللہ)

کوئی آپ کے سامنے آپ کی تعریف کرتا یا کوئی عالم یا خطیب آپ کا ذکر کرنا چاہتا تو سختی سے روک دیتے اور فرماتے بس اللہ اور اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ پاک سناؤ۔ یونہی سرکارِ دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم پاک لیتے وقت القابات اور درود شریف کا التزام لازم تھا اور جو ان امور کا خیال نہ رکھتا، اسے مناسب طریقے سے سمجھا دیا جاتا۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنتوں کو عام کرنے میں آپ کی مثال نہ تھی۔ آپ خود اتباعِ سنت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ آپ کا سونا جاگنا، کھانا پینا، ہنسنا بولنا غرضیکہ ہر فعل اتباعِ سنت کی غمازی کرتا تھا اور متعلقین کے لیے بھی اس کی پابندی لازم تھی۔ آستانہ عالیہ پر اکثر وقت حاضر رہنے والوں کے لیے تو اس کی تاکید نہایت سخت تھی۔ آپ نے جامعہ انوارِ لاثانی کی بنیاد رکھی تو قراء و حفاظ کے علاوہ نعت خوانوں اور مقررین کی تعلیم و تربیت کا بھی باقاعدہ آغاز ہوگیا۔ یہ سب اور دیگر عقیدت مند جو کہ سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ تین وقت لنگر شریف سے مستفید ہوتے تھے، انہیں سنت کے مطابق کھانے پینے نیز دیگر سنتوں سے باخبر کیا جاتا تھا۔

ربِّ کائنات نے جن اعلیٰ اوصاف سے آپ کو نوازا تھا، ان میں سے ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ کو غصہ نہیں آتا تھا اور آتا تو تب، جب آپ دیکھتے یا سنتے کہ کسی نے اللہ کی قائم کردہ حدوں کو توڑا ہے۔ آپ فرماتے کہ جس طرح پانی دریا کی حدوں میں رہے تو نفع بخش ہے اور باہر نکل آئے تو طوفان بن جاتا ہے، یونہی بندہ اپنے رب کی قائم کردہ حدود و قیود کے اندر رہے تو یہ اللہ کریم کی برہان بن جاتا ہے اور اگر اپنے رب کی حدوں کو توڑ دے تو شیطان

بن جاتا ہے۔

آپ کی نماز: یوں تو نمازیں اکثر لوگ پڑھتے ہیں لیکن نماز میں انہماک اور توجہ الی اللہ کی جو صورتحال اولیاءِ کرام میں پائی جاتی ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔ حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ نمازِ پنجگانہ نہایت حسنِ اہتمام سے ادا کرتے تھے۔ ادھر اذان ہوئی ادھر یوں نظر آنے لگے گویا سب سے لاتعلق ہیں کہ یہ بھی سرکارِ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ وضو نہایت احتیاط سے کیا جاتا اور اس دوران یوں محسوس ہوتا کہ آپ کی مکمل توجہ اپنے رب کی طرف ہے۔ نہ خود بولتے نہ پاس کسی کو بولنے کی اجازت ہوتی۔ پھر بغیر کسی سے بات کئے مسجد کی طرف جاتے۔ اپنا استقبال اور ادب آداب عام طور پر آپ کو پسند نہیں تھا مگر اقامت ہوتے ہی صفیں بناتے ہوئے اپنے لئے جگہ چھوڑنے یا ہاتھ وغیرہ چومنے کو اور بھی سخت ناپسند فرماتے اور بعض اوقات جلالی انداز سے سمجھاتے۔ الغرض جس حسنِ اہتمام، احتیاط و تقویٰ، آدابِ شریعت کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اور یادِ خدا میں غرق ہو کر نماز ادا کرتے، الفاظ اس کا نقشہ کھینچنے سے قاصر ہیں۔ ایک موقعہ پر بڑے بڑے اولیائے کرام کی نمازوں کا ذکر کرنے کے بعد حضور مفکرِ اسلام ارشاد فرماتے ہیں: ''ہم حرص و ہوس کے بندے ہزارہا فکری و قلبی آلائشوں میں جکڑے ہوئے گنہگار ایسی عظیم نماز سے کیونکر بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ ہمیں تو اس شاندار نماز کا کروڑواں حصہ بھی مل جائے تو کافی ہے۔ ہاں حتی المقدور کم از کم ہماری نماز کا ظاہر تو درست ہونا چاہئے۔ یعنی قیام، رکوع، سجدہ، قومہ وغیرہ کے باطنی اور صوفیانہ آداب سے ہم آشنا نہ سہی، کم از کم ظاہری آداب تو مکمل ہونے چاہئیں۔۔۔ امید کی جا سکتی ہے کہ نماز کا ظاہر اگر درست ہو جائے تو کبھی نہ کبھی باطن کی راہ بھی کھل جائے گی''۔ (تقدیم۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز)

وہ حضرات جو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیتے، ان میں سے کوئی بے نمازی ہوتا تو کبھی نرمی اور کبھی سختی سے تلقین فرماتے۔ آپ حق بات کہنے میں نہایت بے باک تھے۔ متعدد دفعہ ایسا ہوتا کہ کوئی صاحبِ حیثیت ظاہری طور پر نہایت اعلیٰ وضع قطع کا مالک کسی حاجت سے حاضر ہوتا تو پہلا سوال نماز کا کرتے۔ اگر مستقل نمازی نہ ہوتا تو حسبِ ضرورت سختی سے کام لیتے۔ کسی قسم کے تعویذ کا خواہشمند ہوتا تو فرماتے سب سے بڑا تعویذ نماز ہے۔ یہ نماز آنے والی کتنی ہی بلاؤں، پریشانیوں اور بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔ جب وہ پکا نمازی بننے کا وعدہ کرتا تو پھر تعویذ عنایت فرماتے۔ سیالکوٹ سے ایک صاحب حاضرِ بارگاہ ہوئے اور اپنے کسی مسئلے کے حل کے لیے دعا کی درخواست کی۔ اتفاق سے اذان ہو چکی تھی اور جماعت کا وقت تھا۔ آپ نے فرمایا 'نماز پڑھ لو'۔ کہنے لگا، جناب دور سے آیا ہوں، جلدی ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ یکدم جلال میں آ گئے، خاصی تنبیہ فرمائی اور فرمایا 'جب نمازی بننے کا پکا ارادہ کر لو تو پھر آنا'۔ اس شخص نے اسی دم یہ عہد کر لیا۔ اس قسم کی ایک دو نہیں سینکڑوں مثالیں ہیں۔ ننگے پاؤں پھرنے سے منع فرماتے تھے کہ دماغی بے چینی پیدا ہوتی ہے اور سجدے میں سرور نہیں ملتا۔ نماز میں بے سکونی رہتی ہے۔

نماز کی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی بھی نہایت اہتمام کے ساتھ کی جاتی۔ جو کچھ پاس تھا سب تبلیغِ دین کے لیے وقف تھا۔ کسی قسم کے مال و نقدی کے جمع کرنے کا تو سوال ہی کیا، اکثر اوقات قرض لے کر اشاعت و تبلیغِ دین کے لیے خرچ کرنا پڑتا تھا۔ اور اگر زندگی میں کبھی زکوٰۃ دینے کی صورت بنی تو بخوشی دی اور زیادہ سے زیادہ ادا کی۔

خلافِ شرع وضع قطع سے نفرت: آپ کو خلافِ شرع وضع قطع سے سخت نفرت تھی۔ اس ضمن میں آپ نے تا حیات بہت تبلیغی کام کیا۔ مثلاً:

ا۔ چہرے سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آراستہ کرنے کا حکم دیتے اور جب کوئی داڑھی مبارک چہرے پہ سجا لیتا تو نہ صرف اس کی تعریف کرتے بلکہ بسا اوقات انعامات سے بھی نوازتے۔ آپ کے نصیحت کرنے پر سینکڑوں لوگوں نے اس سنتِ رسول سے چہروں کو مزین کیا۔ نصیحت کا انداز بھی نہایت پیارا ہوتا تھا۔ آپ کے قریبی عزیز اور نہایت ہی متقی و درویش صفت جناب محمد ارشاد صاحب (ڈسکوی) بیان فرماتے ہیں:

میں ۱۹۶۸ء میں آپ کی بارگاہ میں آیا۔ آپ کی تحریک پر میں نے داڑھی تو رکھ لی تاہم سر کے بال بڑے بڑے انگریزی طرز

کے تھے۔ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا، ''ایک مسئلہ تو بتاؤ، کیا مسجد کے اوپر مندر بنانا جائز ہے؟''۔ میں نے عرض کیا، جناب کوئی مسلمان تو ایسا نہیں کر سکتا۔فرمایا، ''تو کیا نیچے داڑھی اور اوپر بودے رکھنا جائز ہیں؟''۔اس دلنشین انداز پر میں مبہوت رہ گیا اور پھر حکم کی تعمیل ہونے لگی۔

۲۔کسی کا ننگے سر پھرنا سخت ناگوار تھا کہ سر کو ٹوپی یا عمامہ شریف یا دونوں سے ڈھانپنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّتِ مبارکہ ہے(کنز العمال جلد ۱۴ص ۲۴۔جامع صغیر جلد ۲ص ۳۳۷)۔چنانچہ بازار یا سرِ راہ کوئی بغیر ٹوپی وغیرہ کے نظر آتا تو کبھی نرم اور کبھی سخت لفظوں میں تلقین فرمادیتے۔

۳۔خلافِ شرع بڑی بڑی مونچھیں دیکھتے تو کتروانے اور پست کرنے کا حکم دیتے۔

۴۔نہایت تنگ لباس کہ جسم کی ہیئت واضح ہو اور نہایت کھلا لباس کہ کپڑے کا غیر ضروری استعمال ہونا پسند فرماتے اور اعتدال کی نصیحت کرے۔آپ نے تمام عمر سنت کے مطابق سفید لباس پہنا اور دوسروں کو بھی اس لباس میں دیکھتے تو خوش ہوتے۔

۵۔پینٹ شرٹ اور ٹراؤزر بنیان وغیرہ کو سخت ناپسند فرماتے ،انہیں انگریزوں کا لباس قرار دیتے۔ایک خادم کو ایک اچھی ملازمت کی پیشکش ہوئی لیکن پینٹ شرٹ کی پابندی کو لازم ٹھہرایا گیا۔آپ نے فرمایا،'ایسی ملازمت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں جس میں انگریزوں والا لباس پہننا پڑے۔ہم تو وہ پہنیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہنا ہے'۔اسی طرح نوجوانوں اور کھلاڑیوں کو نیکر وغیرہ میں دیکھتے تو سمجھاتے کہ مرد کے لیے کم از کم ناف سے لے کر گھٹنوں تک جسم چھپانا لازم ہے۔

۶۔انگریزی لباس کے خلاف یوں تو ساری عمر آپ نے تحریک جاری رکھی۔تاہم 2006ء میں یہ پورے عروج پر پہنچی جب سینکڑوں لوگوں نے پینٹ شرٹس اور ٹراؤزرز وغیرہ سے توبہ کرتے ہوئے نقشِ لاثانی اسلامک یونیورسٹی میں ان کو نذرِ آتش کیا۔

۷۔بہاولپور کے ہائی اسکول کے پی ٹی آئی صاحب لڑکوں کو پی ٹی کراتے تو نیکروں میں۔آپ نے منع فرمایا کہ خلافِ شرع ہے۔انہوں نے کہا کہ نہیں جناب، پوری شلوار میں پی ٹی کرانے سے شلوار خراب ہوتی ہے۔آپ نے بہتیرا سمجھایا، لیکن بجائے سمجھنے کے انہوں نے برا منایا۔بعد میں آپ نے اپنی مشہور نظم ۔ کیسے ممکن ہے کہ خوفِ حق سے ۔۔۔۔۔ لکھی۔بعد ازاں اسمبلی میں اسی پی ٹی آئی کے سامنے اسے پڑھا گیا تو اس نے آپ سے معافی مانگی۔

<u>فحاشی کے خلاف اعلانِ جنگ</u>: کون نہیں جانتا کہ دورِ حاضر میں مغربی میڈیا نوجوانوں کے ذہنوں کو تباہ کر رہا ہے اور مخربِ اخلاق سی ڈیز، کیسٹس، رسائل وغیرہ نے روحانی موت سے انہیں ہمکنار کر دیا ہے۔حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ نے ان کے خلاف بھی نہایت موثر آواز اٹھائی۔کبھی مضامین کے ذریعے اور کہیں وعظ و نصیحت کے ذریعے انہیں سمجھایا اور ایک موقع وہ بھی آیا کہ جب ان چیزوں کے دلدادہ لاتعداد لوگوں نے نقش لاثانی نگر میں آڈیو، ویڈیو کیسٹس اور سی ڈیز وغیرہ کو اکٹھا کر کے توڑ پھوڑ دیا اور آئندہ کے لیے ان کو ترک کرنے کا عزمِ مصمم کیا۔

وہ اخبارات جو فحش تصاویر شائع کرتے ہیں ان کے ایڈیٹرز کو آپ نے خود بھی خط لکھے اور دوسروں سے بھی لکھوائے جن میں ان قبیح حرکات پر ان کی سرزنش کی گئی نیز اگر کسی ایڈیٹر سے ملاقات ہوئی تو اسے بھی سمجھایا کہ پیسے کمانے کا یہ طریقہ قابلِ مذمت ہے۔

حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ نامحرم عورتوں کے پاس بیٹھنے ،بات کرنے غرضیکہ ہر طرح سے بچنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔اور اسے (روحانی) موت قرار دیتے۔جوانوں کو بالخصوص نظر نیچی رکھنے کا حکم دیتے کہ حدیث پاک میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔اور ہر قسم کی آوارگی کی بنیاد بدنگاہی کو قرار دیا گیا ہے۔

<u>شریعت کا باغی لائق عذاب ہے</u>: آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جہاں رب کی شریعت کو پسِ پشت ڈال کر خلافِ شرع کاموں کا ارتکاب کیا

جائے، گویا شریعت کا مذاق اڑایا جائے وہاں رب کے عذاب کے نازل ہونے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں آپ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک سکول میں ایک استاد صاحب تھے۔ داڑھی رکھی ہوئی تھی لیکن لڑکوں سے لڈی اور سپیراڈانس وغیرہ کراتے تھے۔ بار بار انہیں سمجھایا لیکن باز نہ آئے۔ بلکہ کہتے کہ سکولوں میں یہی کچھ ہوتا ہے، آپ نہیں دیکھ سکتے تو استعفیٰ دے دیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اچھا میں استعفیٰ دے دیتا ہوں۔ لیکن ایک ساتھی نے نہ دینے دیا کہ ہم کیوں استعفیٰ دیں، استعفیٰ تو یہ دے جو غلط کام کرتا ہے۔ بہر حال ایک روز پڑھاتے پڑھاتے اس استاد پر کپکپی طاری ہوئی، کئی روز ایسا رہا۔ پھر وہ پاگل ہوگیا۔ اس حالت میں بیوی اور دیگر رشتہ داروں نے اسے چھوڑ دیا۔ بالآخر بیس، بائیس سال اسی بے بسی کے عالم میں رہنے کے بعد مرگیا۔ یعنی خلاف شرع بیہودہ حرکات کا مرتکب ہونے پر (نیز اللہ کے ایک ولی کو ناراض کرنے پر) قدرت نے اس کی پکڑ کی اور اسی دنیا میں اس پر عذاب نازل ہوا۔

حلال وحرام کی تمیز: حلال وحرام کے معاملے میں بھی احتیاط وتقوٰی کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ قرآن وحدیث کی تصریحات اس بارے میں ہمیشہ سامنے رکھیں۔ چنانچہ کالج سے ریٹائرمنٹ پر پراویڈنٹ فنڈ کی مد سے پانچ لاکھ سے زائد کی خطیر رقم یہ کہہ کر لینے سے انکار کردیا کہ یہ سود ہے۔

اشاعتِ شریعت: حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ نے شریعت کی اشاعت اس طرح بھی کی کہ وہ لڑکے یا نوجوان جو آپ کے دامن سے وابستہ ہوئے انہیں قرآن وحدیث کی تعلیمات نیز عربی گرامر اور مسائلِ فقہ سے روشناس کر کے پھر انہیں مختلف مقامات پہ بھیجا کہ جاؤ اور شریعتِ مصطفٰی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تدریس کرو اور لوگوں کے احوال کو شریعت کے تابع کرو۔ اور آفرین ہے ان نوجوانوں پر جنہوں نے اپنے شیخ کریم کے مشن کو اس طرح آگے بڑھایا کہ لاتعداد لوگوں کی اصلاح کی اور انہیں غلامانِ مصطفٰی علیہ التحیۃ والثنا کی صف میں لا کھڑا کیا۔ پھر آپ کی نظرِ کیمیا اثر نے متعدد علمائے کرام بھی تیار کیے جو محض گفتار کے ہی نہیں کردار کے بھی غازی ثابت ہوئے۔

علماء تو علماء آپ عام لوگوں بالخصوص نوجوانوں کو دینی کتابوں کے مطالعے کی بہت رغبت دلاتے۔ آپ کے نزدیک ان کو فارغ رہنا ہی نہیں چاہئے بلکہ کچھ نہ کچھ مطالعہ کرتے رہنا چاہئے۔ ایک مرتبہ یہ عاجز آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر تھا۔ آپ ایک کتاب کا مطالعہ فرمارہے تھے۔ اچانک آپ نے فرمایا، یہ کتاب پڑھی ہے؟ عرض کی، 'نہیں'۔ فرمایا، ''تو پڑھو پھر، دنیا میں آئے کس لئے ہو''۔

احکام شریعت کا یہاں تک احترام تھا کہ بظاہر چھوٹے سے چھوٹے معاملے کی نگہداشت فرماتے۔ متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی کو بائیں ہاتھ سے پانی پیتے یا کھانا کھاتے دیکھا تو ناراض ہوئے۔ اپنے تربیت یافتہ علماء کو خصوصی طور پر حکم ہوتا کہ لوگوں کو اسلامی آداب سے روشناس کرائیں۔

ذوقِ ادب: قرآنِ پاک کی تلاوت کرنے والے یا نعتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور یونہی خطاب کرنے والے علماء کو بلند مقام پر متمکن کرکے انہیں سنا جاتا نیز مدرسے کے طلباء سے کوئی ذاتی کام نہیں لیا جاتا تھا۔

ادبِ خدا اور سول کے سلسلہ میں یہ اہتمام بھی تھا کہ زمین پر ایسے کاغذ جن پر مقدس اسماء تحریر ہوتے ہیں، نظر آتے تو فوراً اٹھا لیتے اور مناسب جگہ رکھ دیتے۔ باقی لوگوں کو بھی اس طرزِ عمل کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی تلقین تھی۔ ایک مرتبہ (۱۹۹۹ء میں) گلیوں بازاروں میں مقدس اوراق کو بے حرمتی سے بچانے کے لیے شہر بھر میں کھمبوں، درختوں کے ساتھ خوبصورت ڈبے بھی لگوائے۔ آپ قرآنِ پاک، کتبِ احادیث، دیگر دینی و درسی کتب، یہاں تک کہ سائنس وریاضی کی کتب کے بھی احترام کا درس دیتے تھے، فرماتے 'اعداد اور ہندسوں کا بھی ادب ہوتا ہے'۔ طارق محمود سالک صاحب شکرگڑھ کالج میں آپ کے شاگرد رہے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اپنی کتابیں پیٹھ پیچھے کیے کھڑا ہے۔ حضور نے اس کی کتابیں پکڑ کر اس کے سینے سے لگا کر فرمایا، ''ان کا وہ مقام نہیں، یہ ہے''۔ اس دن کے بعد ہمارے سینے سے ہماری کتابیں جدا نہیں ہوئیں۔

لاتعداد مرتبہ آپ نے اس طرح سمجھا کر بے شمار لوگوں کو کتابوں کا ادب سکھایا۔ آپ کا یہ عمل بھی نہایت پاکیزہ ہے کہ سکولوں کالجوں میں تدریس کے دوران باوضو رہنا آپ کا شعار تھا۔

آپ کی پیاری صفات میں سے یہ بھی ہے کہ بوڑھے حضرات کی عزت و احترام کا خیال رکھا جاتا تھا۔ نوجوان نسل کو سختی سے حکم تھا کہ بالخصوص والدین کو راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ بصورتِ دیگر ہمارے پاس اس کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ خود حضور کا یہ طرزِ عمل تھا کہ اپنے پیر مرشد کی بارگاہ میں جانے کے لیے گھر سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے مبارک قدم چومتے اور عرض کرتے کہ میرے لیے دعا فرمائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پیرو مرشد کی آپ پر گہری نگاہِ التفات کا ایک سبب والدین کی خدمت گزاری، اطاعت شعاری اور ادب واحترام کا یہ معاملہ تھا۔ اپنے والدِ محترم کی بھی دست بوسی کیا کرتے تھے۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ کسی کی بوڑھی ماں یا باپ اپنے بیٹے کی شکایت لے کر آتے جو عموماً بے ادبی یا حکم عدولی سے متعلق ہوتی، آپ اس کی سرزنش کرتے، قرآن وحدیث سے والدین کا مقام سمجھاتے اور پھر والدین کے ہاتھ چومنے اور کبھی قدم چومنے کا حکم دیتے۔ کبھی یوں بھی ہوتا کہ والدین شکایت کرتے کہ بیٹا بہو کی طرف زیادہ ملتفت ہے اور ہماری پروا نہیں کرتا۔ آپ بیٹے کو والدین کو مقدم رکھنے اور راضی کرنے کا حکم دیتے۔

<u>وطن سے محبت</u>: آپ کو اپنے وطن سے بے پناہ محبت تھی۔ ہر اس شخص کو قابلِ نفرت سمجھتے تھے جو اس کا دشمن ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

> ''ہمیں پاکستان سے اس لیے محبت ہے کہ ہمارے نزدیک یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا تبرک ہے۔ آج تک جس نے بھی اسے نقصان پہنچایا، کیفرِ کردار تک پہنچا۔ آئندہ جو اسے میلی نظر سے دیکھے گا، مٹ جائے گا''۔

آپ کو آج دنیا 'مفکرِ اسلام' کے نام سے یاد کرتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ عالمِ اسلام اور بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کے حوالے سے از حد حساس تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے وطن اور اس کے مکینوں کی حالتِ زار آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ ان کی فکری و نظریاتی، اخلاقی و مذہبی اور روحانی و مادی ترقی کے لیے آپ نے کام کیا اور خوب کیا۔ آپ ملکِ پاکستان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا تبرک سمجھتے تھے اور دن رات اس کی سربلندی کے لیے دعائیں کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

> ''یہ ملک اسلام کے نام پر ملا تھا، اس لیے انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے صدقے اس کی حفاظت فرمائے گا''۔

جب بھی وزارت و نظامت کا کوئی امیدوار الیکشنز کے دوران آپ کی حمایت کا طالب ہوتا تو اس سے دو وعدے لیتے:

۱: میں نبی پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے دین کی جہاں تک ممکن ہوا خدمت کروں گا۔ ۲: ملکِ پاکستان اور اہلِ پاکستان کی بہتری کے لیے مقدور بھر کوشش کروں گا۔

یہ وعدے لینے کے بعد پھر آپ ان کی حمایت واعانت کا اعلان فرماتے۔ اسی طرح اسمبلیوں کے اراکین اور دیگر عمائدینِ ملک کی اصلاح کے لیے نہایت پرمغز اور اصلاحی بیانات ارشاد فرماتے نیز قلم کے استعمال سے ان کی اصلاحِ احوال کرتے۔ غریب عوام کی بہبود و ترقی کی تلقین اور جہاں ضرورت محسوس کرتے سرزنش بھی کرتے۔ ماہنامہ مجلۃ الحقیقۃ کے اداریئے اس بات کے گواہ ہیں۔

حضور مفکرِ اسلام قدس سرہُ العزیز کے یومِ وصال ۸ اگست (۲۰۰۶ء) کی مناسبت سے آپ کی مقدس حیات کے یہ چند گوشے قارئین کے سامنے پیش کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا وجودِ مسعود اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے ایک عظیم سرمایہ تھا۔ آپ نے اپنے افکار اور عمل سے لاتعداد لوگوں کو اسلام آشنا کیا اور غیرت و الفتِ رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے چشمۂ شیریں سے سیراب کیا۔ اللہ کریم جل مجدہٗ اپنے حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل آپ کی مرقدِ پر انوار پر ڈھیروں رحمتیں نازل فرمائے۔

اللہ کی مدد

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اپنی مخلوقات میں بہترین و افضل مخلوق انسان کے لیے اللہ تعالیٰ اسی دین کو پسند فرماتا اور چاہتا ہے کہ بندے اسی دین کو اختیار کریں۔

ان الدین عنداللہ الاسلام

''بے شک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے'' (پ۳،آل عمران،۱۹)

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا،

''آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین اور پوری کردی ہے تم پر اپنی نعمت اور میں نے اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کرلیا ہے۔'' (پ۶،المائدہ،۳)

پس کامیاب و کامران وہی بندے ہیں جو اس کامل و مکمل اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کو دل و جان سے قبول کر لیتے ہیں انہی کے لیے دنیا میں عزت ہے اور آخرت میں کامیابی و نجات ہے اور جو لوگ دین الٰہی کو چھوڑ کر انسانوں کے گڑھے ہوئے دینوں کو اختیار کرتے ہیں وہ دنیا والوں کی نظروں میں چاہے کتنے ہی بلند ہوں لیکن ان کے مقدر میں ہمیشہ کی ذلت و خواری کے سوا کچھ نہیں۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین۔

''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی (اور) دین تلاش کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ قیامت کے دن نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گے۔'' (پ۳،آل عمران،۸۵)

لہٰذا آدم سے حضور علیہ السلام تک اللہ کے تمام برگزیدہ انسانوں اور ان کے پیروکاروں نے اسی دین کو اختیار کیا اور بلاشبہ وہی کامیاب و کامران رہے سب ہی کا دین اسلام تھا لیکن نبی مکرم علیہ السلام پر چونکہ سلسلہ نبوت ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا اور دین الٰہی کے آخری پیغمبر آپ قرار پائے۔ آپ ہی کی کتاب یعنی قرآن کریم سے اسلام مکمل ہوا لہٰذا خصوصیت کے ساتھ آپ کے دین کو اسلام اور آپ کی امت کو امت مسلمہ کا نام دیا گیا اور اسلام کی اشاعت و حفاظت کی عظیم ذمہ داری ہمیں سونپی گئی فرمایا گیا۔

یا یھا الذین امنو ان تنصرو االلہ ینصر کم ویثبت اقدامکم٥

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔'' (پ۲۶،محمد،۷)

اللہ تعالیٰ بلاشبہ قدرت و قوت والا بھی ہے اور صمد و بے نیاز بھی اسے کسی کی مدد کی کیا ضرورت ہے وہ تو خود ناصر و مددگار ہے وہ مستعان ہے ہر کوئی اسی سے مدد چاہتا ہے لیکن یہاں ایمان والوں سے مدد طلب کی جارہی ہے۔ یقیناً اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے پسندیدہ دین کے لئے کہ اس کے دین

کی مدد حقیقت میں اسی کی مدد ہے اور دین کے خادموں سپاہیوں کو اپنا مددگار قرار دینا ہی اس کی کرم نوازی و بندہ پروری ہے۔

یا یھا الذین امنو اکونو انصار اللہ

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ۔" (پ ۲۸، الصف، ۱۴)

پس اے ایمان والو! کتنا بڑا اعزاز ہے کہ تم اللہ کے دین کی مدد کر کے انصار اللہ اللہ کے مددگار کہلاؤ گے۔ تم سے یہ مطالبہ ہرگز اس لئے نہیں کہ وہ قادر مطلق اللہ اپنے دین کی حفاظت کے لئے العیاذ باللہ تمہاری مدد کا محتاج ہے ہرگز ایسا نہیں، دیکھو اس نے بغیر کسی کی مدد کے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات دلائی، ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود کی آگ کو کیسے آرام گاہ بنایا، یوسف علیہ السلام کی کنوئیں میں حفاظت فرمائی، عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی سولی سے بچا کر کیا خوب آسمانوں پر زندہ اٹھالیا، ابرہہ کے ہاتھیوں والے زبردست لشکر سے اپنے گھر کعبہ کو کیا بچایا! اپنے محبوب علیہ السلام کو ہجرت کی شب کفار مکہ کے گھیرے سے کیسا نکالا اور غار ثور میں ان کی نظروں سے کیسا بچایا بلاشبہ وہ جیسے چاہے اپنے دین کی حفاظت کر سکتا ہے۔

ان نشانتنزل علیھم من السماء ایۃ فظلت اعنا قھم لھا خضعین

اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی ایسی نشانی اتار دیں کہ ان کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں۔ (پارہ ۱۹، الشعراء، ۴)

ان نشاء نخسف بھم الارض او نسقط علیھم کسفا من السماء

"اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے چند ٹکڑے ان پر گرادیں۔" (پ ۲۲، سبا، ۹)

ولو نشاء لطمسنا علیٰ اعینھم فاستبقوا الصراط فانی یبصرون ○ ولو نشاء لمسخنٰھم علیٰ مکانتھم فمااستطاعوا مضیا و لا یرجعون ○

"اور اگر ہم چاہتے تو ہم ان کی آنکھوں کا نشان تک مٹا دیتے، پھر وہ راستے کی طرف دوڑ کر آتے بھی تو انہیں راستہ نظر نہ آتا" (پ ۲۳، یٰسین، ۶۶)

"اور اگر ہم چاہتے تو ہم انہیں مسخ کر کے رکھ دیتے پھر وہ نہ آگے جا سکتے تھے اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکتے تھے۔" (پ ۲۳، یٰسین، ۶۷)

اللہ اکبر کیسی قدرت والا ہے میرا رب کون ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے کون ہے جو اس سے بغاوت کر سکے کون اس کے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر سکتا تھا تو وہ اپنے دین کی بقا کے لئے تمہاری مدد کا ہرگز محتاج نہیں وہ تو اپنے فضل و کرم سے تمہیں دنیا والوں کی نظروں میں بلند کرنا چاہتا ہے باغیوں نافرمانوں پر تمہیں غلبہ دے کر ان کا حاکم بنانا چاہتا ہے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ دین الٰہی کو اختیار کرنے والے کیسی عزت پاتے ہیں پس۔

یایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصر کم ویثبت اقدامکم

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔" (پ ۲۶، محمد، ۷)

تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اس کا فائدہ تم ہی کو ہوگا کہ تم تعداد میں کم ہو یا بے سروسامان تمہارے پاس مال و دولت بھی نہ ہو اور بظاہر حکومت سلطنت بھی نہ ہو لیکن بس اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے قدم اٹھا کر دیکھو پھر اللہ تمہاری کیسی مدد فرماتا ہے اور تمہارے قدموں کو کیسا جماتا ہے پھر دنیا دیکھ لے گی کہ حکومت، سلطنت، مال و دولت، ساز و سامان کا سہارا لینے والے تمہارے مقابلہ پر آ کر ذلیل و خوار ہی ہوتے رہیں گے۔ جو

اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں کامیاب وہی ہوتے ہیں اس لئے کہ اللہ ان کا مددگار بن جاتا ہے پھر کون ان پر غالب آسکتا ہے۔

قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں (جانثاروں) کا ذکر موجود ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی پکار پر دین حق کی مدد کا وعدہ کیا وہ تعداد میں کم تھے، کمزور اور غریب تھے۔ لیکن دن رات اپنے نبی کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا یا گیا لیکن پھر بھی وہ پیچھے نہ ہٹے اپنے دین کی اشاعت وحفاظت کے لئے جو کچھ کر سکتے تھے کرتے رہے۔ خدا نے ان کو ایسی عظمت عطا فرمائی کہ قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے ان کا ذکر محفوظ کر دیا انہیں غلبہ عطا فرمایا اور ہمیں انہی کی طرح انصار اللہ، اللہ کا مددگار بننے کا حکم دیا گیا یہ آیات ملاحظہ ہوں فرمایا گیا۔

یا یھا الذین امنوا کونو انصار اللہ کما قال عیسیٰ ابن مریم للحوارین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ فأمنت طائفۃ من بنی اسرآ ء یل و کفرت طائفۃ فایدنا الذین امنوا علیٰ عدوھم فاصبحوا ظٰھرین

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف بلانے میں حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے مددگار ہیں پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں سے اور کفر کیا دوسرے گروہ نے پھر ہم نے مدد کی ان کی جو ایمان لائے دشمن کے مقابلہ میں آخر کار وہی غالب رہے۔'' (پ۲۸، الصف،۱۴)

پس خدا کے دین کے مددگار خدا کے محبوب و پیارے ہو جاتے ہیں وہ دین الٰہی کے محافظ و مبلغ بنتے ہیں تو اللہ ان کا محافظ و ناصر ہو جاتا ہے۔

الحمدللہ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف نے قرآن کریم کی دعوت کو پوری طرح قبول کیا انہیں ''انصار اللہ'' بننے کی دعوت ملی اور انہوں نے اپنی زندگیوں دین کی خدمت کے لئے وقف کر کے ''انصار اللہ'' بن دکھایا۔ نہایت اختصار کے ساتھ اپنی تاریخ پر نظر ڈالئے۔

ہجرت مدینہ سے پہلے مکہ میں اسلام کے ابتدائی تیرہ سال کا حال تاریخ میں محفوظ ہے۔ جس کو پڑھ کر جسم کانپ اٹھتا ہے۔ کائنات کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ظلم وستم کئے گئے ان کی مثال انسانیت کے کسی دور میں نہیں ملتی دعوت حق قبول کرنے والوں کو جو سزائیں دی جاتی تھیں ان کا اندازہ ان چند مثالوں سے کر لیجئے۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو دہکتے انگاروں پر لٹا کر ایک شخص ان کے سینہ پر کھڑا رہا یہاں تک کہ آپ کی پیٹھ کی چربی بہنے لگی اور اس سے انگارے بجھ گئے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو تیز دھوپ میں تپتی ریت پر لٹا کر اتنا مارا جاتا تھا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے تھے ان کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ایمان قبول کرنے کی سزاؤں ہی سے شہید ہوئے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کو اس قدر مارا جاتا تھا اور ایسی ایسی سخت سزائیں دی جاتی تھیں کہ آپ گھنٹوں گھنٹوں بے ہوش پڑے رہتے تھے۔

حضرت بلال، حضرت ابوفکیہ، حضرت ابوذر غفاری، حضرت عثمان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم حضرت فاطمہ بنت خطاب، حضرت بی بی لبینہ، حضرت نہدیہ، حضرت بی بی ام عبیس رضی اللہ عنھن سے یہ چند حضرات ان مظلومین میں سے ہیں۔ جن پر کافروں نے اپنے ظلم وستم کے سارے ہی طریقے آزما دیکھے لیکن اللہ نے ان کی ایسی مدد کی ان کے قدموں کو ایسا جمایا کہ کوئی طاقت ان پر غالب نہ آسکی۔ کوئی

صبر و استقلال کے ان پہاڑوں کو نہ ہلا سکا ظلم و ستم کے اس اندھیرے میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان حضرت علی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اللہ کے دین کے مددگار بن کر تاروں کی طرح چمکے جنہوں نے اپنی دولت قوت ہر چیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کی اور زندگی کے آخری لمحات تک اللہ کے دین کی خدمت و مدد ہی کرتے رہے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جس محنت و مشقت کے ساتھ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے دین الہیٰ کی مدد کی اس کا تصور کر کے حیرت ہوتی ہے کہ صرف دس سال کی مدت میں ان ''انصار اللہ'' نے اسلام کا ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کیا جس کو آج تک دنیا کی کوئی قوت نہ ہلا سکی امت مسلمہ اسی قلعہ میں پناہ لئے ہوئے ہے۔

ذرا اندازہ تو کیجئے ان جانثاروں نے مدینہ میں داخل ہوتے ہی مزدور بن کر مسجد قبا کی تعمیر کی، تاجر بن کر اپنے اہل و عیال کی کفالت اور دین کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دولت کمائی، کسان بن کر زمین کا سینہ چیرا اپنے اور اپنے بھائیوں کے لئے غذا حاصل کی، طالب علم بن کر صفہ یونیورسٹی میں دن رات فاقوں کی زندگی بسر کر کے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا، حکمت و دانائی سیکھی۔ معلم و مبلغ بن کر پوری دنیا کو دین حق کا پیغام سنایا۔ مجاہد بن کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ان حضرات نے اسلامی اقدار کو اجاگر کیا وہ جس قلعہ کی تعمیر میں مصروف تھے انہوں نے اس کے کسی ستون کو کمزور نہ چھوڑا۔ دین الہیٰ کے لئے ان کی نمایاں خدمات کی طویل فہرست پر غور کرنے کے بعد یہ یقین کر لینا دشوار نہیں کہ ان حضرات نے اپنی جان، اپنے وقت، دولت اور دوسرے تمام وسائل سے اللہ کے دین کی مدد کی اور حق یہ ہے کہ مدد کرنے کا حق ادا کر دیا۔

پس اللہ تعالیٰ بھی ان کا مددگار رہا کہ تعداد میں کم اور وسائل کے اعتبار سے کمزور ہونے کے باوجود جب یہ حضرات اپنی جانیں ہتھیلی پر لئے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان جنگ میں اترے تو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد ان کو حاصل تھی کہ پہلی ہی جنگ غزوہ بدر میں کافروں کے تمام سرداروں اور مایہ ناز بہادروں کا اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں نے صفایا کر ڈالا۔ عتبہ، شیبہ، ولید، عبیدہ، ابوجہل، ابوالبختری، امیہ یہ سب کافروں کے سرغنہ تھے۔ پہلے ہی معرکہ میں ان سب کی ہلاکت نے ہمیشہ کے لئے کافروں کا زور توڑ دیا۔ بدر، حنین، تبوک، احد، خیبر تمام ہی غزوات میں دنیا کی نظروں میں کمزور سپاہی غالب و کامیاب ہوتے رہے، یہاں تک کہ وہ وقت آیا۔

جب اللہ تعالیٰ کے سپاہی اللہ کے گھر کعبہ کو ہمیشہ کے لئے بتوں سے پاک و صاف کرنے کے لئے مکہ کی طرف بڑھے۔ بتوں کے پجاریوں نے اپنے جھوٹے خداؤں کی مدد کے لئے نہ جانے کیا کیا منصوبے بنائے لیکن ان کے باطل معبود ان کی ذرا بھی مدد نہ کر سکے اور جونہی معبود برحق خدائے وحدہ لاشریک کے دین کے محافظوں نے قدم بڑھایا تو اللہ کی مدد ان پر ایسی برسی کہ کسی دشمن اسلام کو مقابلے پر آنے کی ہمت نہ ہوئی مکہ بغیر جنگ کے فتح ہوا۔ کعبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک و صاف ہوا اور غلبہ حق کا وہ اعلان مکمل ہو کر رہا جو ہجرت سے پہلے اسلام کے ابتدائی دور میں نہایت ناسازگار حالات میں کیا گیا تھا جس کو اس وقت کے سورماؤں نے ایک مذاق سمجھا تھا۔

و قل جآء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا٥

اور آپ فرما دیجئے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے والا تھا۔ (پ۱۵، بنی اسرائیل، ۸۱)

کفر و ضلالت کے اندھیروں میں بھٹکنے والے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ کبھی یہ اعلان پورا ہوگا اور دنیا اسلام کے نور سے روشن و منور ہو جائے گی۔ لیکن بالآخر حق چمکا اور ایسا چمکا کہ زمانہ کفر میں اسلام کے سخت ترین دشمن بھی رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ کے لئے

دوڑنے لگے اور اب مکہ کے ہر گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیا جانے لگا یہاں تک کہ حق کی چمک نے ابوسفیان اور ہندہ کی نظروں کو بھی نور بخشا اور وہ بھی مشرف باسلام ہو گئے۔

یہ تو نبی علیہ السلام کے زمانہ کی مختصر تاریخ ہے صحابہ کرام نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد بھی اپنا کام پوری قوت، محنت ومشقت اور ذمہ داری کے ساتھ جاری رکھا۔ وہ اسلام کی تبلیغ واشاعت قرآن کو جمع کرنے شریعت اسلامیہ کو مرتب کرنے اور احادیث نبوی کو یکجا کرنے کی اہم ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتے رہے اور اسلامی حکومت کی ہر طرح ترقی وتوسیع کے لئے ہمیشہ مستعد رہے۔ انہوں نے زکوۃ ختم نبوت اور اسلام کے بنیادی عقیدوں کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کو پوری قوت سے کچلا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد بھی 'انصار اللہ' کی جماعت ہر دور اور ہر زمانہ میں رہی اور جب بھی کسی اسلام دشمن قوت نے اسلام کو نقصان پہنچانا چاہا اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگاروں نے اس قوت کو بروقت کچل دیا۔ ان حضرات نے نہ صرف تلوار بلکہ اپنی دوست، اپنے وقت، علم اور عقل ہر طرح سے اسلام کی حفاظت کی۔ نہ جانے کتنی قربانیوں کے بعد اللہ کا یہ دین ہم تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ان سب پر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی۔

آج ہمیں فخر ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اسلام کے گھنے سایہ دار درخت کے نیچے سانس لیتے ہیں لیکن غور یہ کرنا ہے کہ کیا ہم اپنے بزرگوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ تو اگر دیانت سے سوچا اور انصاف سے فیصلہ کیا جائے تو جواب نفی میں ہوگا۔ ذرا بتائیے ہماری آمدنی کا کتنا حصہ اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت واشاعت میں صرف ہوتا ہے، ہم مسجدیں استعمال کرتے ہیں لیکن ہم میں کتنے ہیں جو مسجد کے اخراجات امام وموذن کی تنخواہ وغیرہ کے لئے ہر ہفتہ یا ماہوار کچھ چندہ دیتے ہوں، ہمارے علماء علم دین کی اشاعت کے ئے کوشاں ہیں کیا ہم نے مالی طور پر علماء کو مطمئن کر رکھا ہے، کیا ہم دینی مدارس پر اپنی دولت کا کچھ حصہ صرف کرتے ہیں۔ مذہبی کتابیں شائع ہوتی ہیں، رسائل شائع ہوتے ہیں ہم میں کتنے ہیں جو ان کتابوں اور رسائل کو خرید کر ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ جتنی دنیاوی تعلیم دلانے کے لئے کرتے ہیں کیا ہم وقت کی قربانی دے کر علماء کی محفل میں بیٹھتے اور ان سے دین کی باتیں سنتے ہیں۔

ہم نے تو یہ خیال کر لیا ہے کہ دین کے لئے دولت خرچ کرنا صرف دولت مندوں کی ذمہ داری ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں، جو ہزار دے سکتا ہے اس کی ذمہ داری ہزار دینا ہے اور جو ایک دے سکتا ہے وہ بھی ایک دینے کا ذمہ دار ہے۔ ہم تو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز دولت سے حاصل کی جاتی ہے۔ لیکن علم دین حاصل کرنے کے لئے اپنے بچوں کو دین کا علم سکھانے کے لئے دولت کی کیا ضرورت ہے۔ اس فکر اور نظریہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری مساجد خراب حال، ہمارے مدارس ویران ہو رہے ہیں۔ ہمارے مذہبی اساتذہ اور علماء دین معاشی بدحالی میں مبتلا ہیں۔ عوام کو دین سے دلچسپی نہ رہی علماء اپنی معاشی ومالی کمزوری کے سبب خدمت دین کا حق ادا نہیں کر پاتے لہٰذا دن بدن ہمارے گھروں میں دین کم ہوتا۔ اور مغربی تہذیب زیدہ ہوتی جا رہی ہے۔

کیا یہی ہم اللہ کے دین کی مدد کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کا آج کسی کو احساس تک نہ رہا۔ ہماری اس بے حسی سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اسلام تو اللہ کا دین ہے جو قیامت تک کے لئے ہے اللہ خود اس کا محافظ رہا ہے۔

ہم سے وہ اپنے دین کی مدد اس لئے نہیں چاہتا کہ ہماری مدد کے بغیر اس کا دین ختم ہو جائے گا ہر گز نہیں اس نے تو ہم سے مدد کا مطالبہ ہماری عزت وعظمت کو اجاگر کرنے کے لئے کیا ہے۔ جس دور کے مسلمانوں نے اس کے دین کی مدد کی اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور ان کی مدد فرمائی انہیں غلبہ دیا عزت دی، عظمت بخشی۔

آج ہم دین الٰہی کی مدد سے غافل ہیں لہٰذا اس کی طرف سے ہماری مدد بھی بند ہو گئی۔ اللہ کا دین تو محفوظ ہے ہم تو دربدر ہو رہے ہیں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں دیکھئے آج مسلمانوں کی تعداد کم نہیں، ان کے پاس دولت کی کمی نہیں، وسائل کی کمی نہیں، ہمارے ملکوں کی زمین سے تیل کے چشمے بہہ رہے ہیں، سونے کی کانیں پھٹ رہی ہیں لیکن ہم کیا ہیں صرف تکبر وغرور ہے جھوٹی عزت کا دعویٰ ہے۔ ورنہ سوچا جائے تو سیاسی اور قومی اعتبار سے یہ ہماری کم ذلت ہے کہ دنیا کے تقریباً پینتالیس ملکوں پر مسلمانوں کی حکومت ہے لیکن ایک بھی اسلامی مملکت نہیں کیا یہ کم خواری ہے کہ مسلم ممالک کے بیچ میں یہودی دندنا رہے ہیں۔ ہمارے قبلہ اول مسجد اقصیٰ پر قابض ہیں لیکن ہمارے متکبر ومغرور بادشاہوں اور حاکموں میں سے کسی کی مجال نہیں جو مٹھی بھر یہودیوں کو صلاح الدین ایوبی کی طرح للکارے اور ان کا صفایا کر دے۔

آج صرف مسلم ممالک ہی ہیں جن میں انتشار ہے، افتراق ہے ہمیں یہ دیکھ کر کیوں شرم نہیں آتی کہ یورپ چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بٹا ہوا ہونے کے باوجود ایک برادری ہے۔ امریکہ کی تمام ریاستیں متحد ہیں۔ چین و روس کے لوگ کیسے منظم ہیں۔ یہ ہمارے ہی ملکوں میں انتشار کی وبا کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ ہم نے اللہ کے دین کی مدد چھوڑ دی تو ہم اس کی مدد سے محروم ہو گئے۔

یہ تو ہمارا قومی اور سیاسی حال ہے اگر ہم انفرادی طور پر اپنی حالت کا جائزہ لیں تو بھی ہم تمام قوموں کے مقابلے میں بدترین نظر آئیں گے۔ نہ ہمارے گھروں میں سکون رہا نہ ہمارے محلوں میں چین نظر آتا ہے آہ! آج ہم میں نہ اسلامی غیرت وحمیت ہے نہ اسلام کے اصولوں کی پابندی کا جذبہ، کبھی امت مسلمہ کا ہر فرد دوسرے کے لئے قربانی کرتا تھا لیکن آج ہر شخص دوسرے کو اپنے لئے قربان کر دینا چاہتا ہے آج مسلمان کی دولت وعزت وآبرو کو مسلمان ہی سے زیادہ خطرہ ہے۔ اسلام کے دشمن مطمئن ہیں، انہیں اپنی دولت اپنا وقت اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے صرف کرنے کی ضرورت نہ رہی ہم خود ہی ان کا یہ کام کر رہے ہیں۔ جب گھر کو گھر ہی کے چراغ سے آگ لگ رہی ہو تو کسی دوسرے کو آگ لگانے کی کیا ضرورت ہے۔

پس ہمیں اپنی فکر کرنا چاہئے اپنی عزت وآبرو کے لئے خود سکون واطمینان کی زندگی حاصل کرنے کے لئے قرآن کے اس ارشاد پر غور کرنا اور اپنی ذمہ داری کو اپنے اسلاف کی طرح پورا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ بس

یایها الذین امنوا ان تنصروا الله ینصرکم و یثبت اقدامکم

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ (پ۲۶ محمد، ۷)

اے اللہ ہمیں اپنے احکام پر غور کرنے اور ہماری ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ رحمۃ للعالمین

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے ذکر خیر کا مخصوص و منفرد انداز

حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ تقدیم ذکر: اس میں کیا شک ہے کہ حضور پرنور ﷺ خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم السلام ہیں اور سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے آخر میں تشریف لائے ہیں، مگر اللہ جل مجدہ جب ایک ہی آیت میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے تو حضور پرنور ﷺ کا ذکر گرامی پہلے اور پھر دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے۔ دیکھئے

واذ اخذ نا من النبین میثا قھم و منک و من نوح و ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم ص

واخذنامنھم میثاقا غلیظاo (الاحزاب۔۷)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

''پہلے اجمالاً جملہ انبیاء کا ذکر فرمایا، بعد میں چند اولوالعزم رسولوں کے نام کی تصریح کردی۔ جو صاحب کتاب اور صاحب شریعت تھے۔ ان میں سب سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر فرمایا تا کہ حضور کی عظمت وشوکت کا اظہار ہو جائے نیز اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اگر چہ حضور کی بعثت تمام انبیاء کے بعد ہوئی، لیکن تخلیق میں اولیت کا شرف حضور فخر الاولین والآخرین کو ہی حاصل ہے۔''

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ سے جب آیت کا مطلب پوچھا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

کنت اولھم فی الخلق واخرھم فی البعث

یعنی پیدائش میں میں سب سے پہلے تھا اور بعثت میں سب نبیوں کے بعد (ضیاء القرآن ج ۴ ص ۱۶)

تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری اور تفسیر خزائن العرفان میں بھی حضور پرنور ﷺ کے ذکر خیر کی اولیت سے آپ کی افضلیت کا مضمون نکالا گیا ہے۔

تفسیر ابن کثیر کا یہ جملہ یاد رکھنے کے قابل ہے

فبد افی ھذہ الا یة بالخا تم لشرفه صلوات الله علیه ثم رتبھم بحسب وجود ھم صلو ات الله علیھم

ترجمہ: اس آیت میں سب سے پہلے خاتم النبین کا ذکر آیا اس لئے حضورﷺ ہی سب سے اشرف و اکرم ہیں پھر دوسرے انبیاء کا ذکر ان کے زمانے کے مطابق ترتیب وار کیا گیا (علیہم الصلوات)

۲۔ خطاب کا انداز: قرآن حکیم کی کثیر آیات گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس محبوب نبی علیہ السلام سے بھی خطاب فرمایا، نام لے کر فرمایا یـــادم اسکن انت و زوجک الجنة، اسی طرح یـنوح، یا برھیم، یعیسیٰ، یز کریا، یحیی مگر اپنے حبیب اعظم و اکرمﷺ کو ہمیشہ اوصاف جلیلہ و القاب جمیلہ سے خطاب فرمایا مثلاً یـا یھا النبی (اے نبی) یـا یھاالرسول (اے رسول) یـایھاالمزمل (اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے)، یایھاالمدثر (اے جھرمٹ مارنے والے)، یسٓ (اے سردار)، طٰہٰ (اے پاکیزہ رہنما)

خدا نے اپنے پیارے کو پکارا جس طرح چاہا

وہ مزمل، وہ مدثر، وہ یٰس اور وہ طٰہٰ

(حفیظ جالندھری)

مولانا جامی نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے

یادم است باپدر انبیا خطاب

یا یھا النبی خطاب محمدﷺ است

''امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں' بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں ایک خاص مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت تو کیا کسی طرح محل ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد و ارکین سے بڑھ کر پیارا ہے''

فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ خصوصا یـا یھا المزمل اور یـایھا المدثر تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالمﷺ بالاپوش اوڑھے جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اسی وضع و حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے 'او بانکی ٹوپی والے۔۔۔ (تجلی الیقین)

مزید غور فرمائیے گذشتہ قوموں کے منکرین اپنے نبیوں کو نام لے کر پکارتے تھے تو ان کے اس انداز ندا و خطاب کو قرآن پاک نے اسی طرح

بیان کیا مگر اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کے دشمن جو گستاخانہ انداز میں نام لے کر پکارتے تھے، اسے بیان بھی نہ فرمایا، ہاں اگر انھوں نے اچھے وصف سے پکارا اگرچہ ہنسی مذاق کے طور پر ہی سہی، اس کا ذکر فرما دیا مثلاً

قالوا یا یھا الذی نزل علیه الذکر

ترجمہ: بولے اے وہ جس پر ذکر نازل ہوا

بلکہ پہلی امتوں کے مومن بھی اپنے نبیوں کو نام لے کر پکارتے تھے اور یموسیٰ، یعیسیٰ ہی کہتے تھے (جیسا کہ قرآن پاک میں کئی دفعہ ان کا انداز مذکور ہے) مگر اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب اعظم ﷺ کی امت کو اس طرز خطاب سے روک دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (النور۔۶۳)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

عام مفسرین کے قول کے مطابق پہلے یا محمد اور یا ابا القاسم کہہ لیتے تھے، اس سے روک کر سمجھایا گیا کہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، کہا کرو، پھر بھی اگر بعض روایات میں 'یا محمد' وارد ہے تو اس سے مقصود نام پاک نہیں ہوتا بلکہ معنی وصفی مراد ہوتا ہے۔ یعنی یہاں 'یا محمد' کا معنی' ہے اے وہ ذات جس کی زیادہ سے زیادہ تعریف کی جائے اور تعریف کا حق پھر بھی ادا نہ ہو۔ چونکہ سب اس نکتے سے آگاہ نہیں ہوتے لہٰذا ادب و احترام کے تقاضے سکھانے کے لئے نہ خود یہ طرز اختیار کیا گیا نہ دوسروں کو اس پر چلنے کی اجازت دی گئی۔ بلکہ حضور پر نور ﷺ کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی پہلی امتوں سے ممتاز ٹھہرایا گیا۔ اگلی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے یایھا المسکین فرمایا کرتا، مثلاً توریت مقدس میں جا بجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے (ابن ابی حاتم وخصائص کبریٰ) مگر اس امت کو یایھا الذین امنوا فرمایا گیا ہے۔

۳: کافروں کی ہرزہ سرائی کا جواب: قرآن پاک گواہ ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے کفار بدتمیزی سے پیش آتے اور گستاخانہ کلام و اعتراض کرتے تو وہ حضرات خود اس کا جواب دیتے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے کفار نے کہا

انا نرٰلک فی ضلل مبین ٥

بیشک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں

اس کا جواب خود حضرت نوح علیہ السلام نے دیا

یقوم لیس بی ضلالة و لکنی رسول من رب العلمین ٥

ترجمہ: اے میری قوم مجھے گمراہی سے کچھ تعلق نہیں میں تو رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں

بالکل یہی صورت حال حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کرام کے بارے میں ہے۔

مگر اللہ کے محبوب ومطلوبِ اعظم واکرم ﷺ کا معاملہ اور ہے اور ارفع واعلیٰ ہے۔ اب اگر گستاخ و بے ادب کفار بدتمیزی کرتے ہیں تو اس کا جواب حضور انور ﷺ خود نہیں، بلکہ ان کا خالق و مالک اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ بلکہ یوں لگتا ہے کہ جیسے غضب الٰہی پورے جوش پر ہے اور ان کی مختصر سی گستاخی کا جواب بھی کئی گنا تفصیل سے ہوتا ہے، اور پھر اس جواب کا آغاز اکثر 'قسم' سے ہوتا ہے مثلاً

ا: قرآن فرماتا ہے

و قالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنو ن (الحجر۔۶)

کافر بولے اے وہ جس پر قرآن اترا، بیشک تو مجنون ہے

اس کا جواب اللہ نے دیا اور آغاز یوں فرمایا

نٓ والقلم وما یسطرون ٥ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ٥ (القلم۔۱،۲)

ترجمہ: قلم اور ان کے لکھے کی قسم تو تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں

اس کے بعد حضور ﷺ کے اجر غیر محدود کا ذکر، پھر خلق عظیم کا بیان وغیرہ اور پھر خصوصی گستاخ کی اور اس کی بدکرداری اور بداصلی کے حوالے سے مذمت ۔ گویا چند الفاظ کا جواب آیات میں دیا گیا۔

۲۔ وحی اترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی تو کافر بولے

ان محمد ا ودعہ ربہ وقلاہ

(یعنی بیشک محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا)

اس کے جواب میں پوری سورۃ الضحیٰ نازل فرمادی اور آغاز

والضحی ٥واللیل اذاسجی٥ما ودعک ربک و ما قلی٥

یعنی قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے (یا قسم اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے) نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا

پھر باقی سورت میں حضور پر نور ﷺ پر اللہ کے ان احسانات کا ذکر ہے جو ماضی میں ہوئے، حال میں ہو رہے ہیں اور آئندہ ہوں گے۔

۳: کفار نے کہا لست مرسلاً (تو رسول نہیں)، حق تعالیٰ نے جواباً فرمایا

یٰسٓ٥والقران الحکیم ٥انک لمن المرسلین٥ علی صراطٍ مستقیم٥ (یٰس ۱تا۴)

ترجمہ: یٰس، حکمت والے قرآن کی قسم، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

۴: کفار نے حضور پرنور ﷺ کو شاعری کا عیب لگایا۔ جواب دیا گیا

وما علمنه الشعر وما ینبغی له ط ان هو الا ذکر و قران مبین٥ (یٰس :۶۹)

ترجمہ: اور نہ ہم نے انھیں شعر کہنا سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن

۵: حضور پرنور ﷺ کے صاحبزادے کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل شقی نے 'ابتر' کی پھبتی کسی، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرمادی اور اپنے محبوب اکرم ﷺ کو کوثر کا مالک ٹھہرایا جہان بھر کی خوبیوں سے نوازنے کا اعلان فرمایا نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ ابتر تو وہ ہے جو اس جانِ خوبی ﷺ کا دشمن ہے۔ چنانچہ اس کے اپنے دونوں فرزند عمرو اور ہشام دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ گویا اس کے بیٹے بھی حضور پرنور ﷺ کی روحانی فرزندی میں آ گئے اور وہ گستاخ خود ابتر و بے نشان ہو گیا۔

۶: حضور پرنور ﷺ نے قریبی رشتہ داروں کو وعظ و نصیحت کے لئے بلایا تو ابولہب شقی بولا' تبالک سائر الیوم الهذا جمعتنا (ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تیرے لئے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اس لئے جمع کیا تھا، معاذ اللہ) اللہ نے اس کے جواب میں سورۃ ابی لھب اتاری جس کا آغاز یوں ہوا

تبت یدا ابی لھب و تب

(ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا)

ساری سورت غضب خداوندی کی ترجمان ہے

۷: حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر تہمت لگائی گئی تو ایک بچے سے ان کی صفائی پیش کرائی گئی، حضرت سیدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام آیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی عفت کے گواہ بن گئے، مگر حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا گیا تو خود رب العزۃ نے ان کی برأت کا اعلان فرمایا۔ جن منافقین نے یہ جرأت کی تھی، ان پر سخت ترین غضب کا اظہار کیا گیا اور جو سادہ لوگ سادگی کی بنا پر شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے تھے۔ انھیں بھی تنبیہ فرمائی گئی۔

اسی طرح منافقین مدینہ کی ہرزہ سرائیوں کا جواب حضور پرنور ﷺ کے بجائے خود اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی امتیاز روا رکھا گیا کہ کفار نے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں جو خرافات بکی تھیں، وہ بھی من وعن نقل کر دی گئیں مگر جب اس محبوب کریم درحیتم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باری آئی تو کفار کی خرافات کو اکثر نقل تک نہیں کیا گیا ہاں اس کا جواب دے دیا گیا۔ اگر آپ غور فرمائیں جس طوفانی دور میں یہ آیات نازل ہوئیں اور جس غضبناک انداز میں نازل ہوئیں، اللہ کے قادر مطلق اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نبی 'برحق' ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ وہ بدبخت لوگ جن کی خرافات کے جواب میں ان کا نزول ہوا، اور پھر جس طرح انھیں بر سر عام تلاوت کیا گیا، پھر اس کے باوجود حیوان صفت ظالموں کا محض دانت پیس کے رہ جانا اور کچھ نہ کر سکنا، یقیناً اللہ، نبی اور اسلام کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔ ایسے ظالم و خونخوار دشمنوں کو کھلے عام جو کچھ تھے کہا گیا، اور وہ بدترین جذبہ انتقام کے باوجود

بے بس رہے، بیشک بڑی بات ہے۔

۴۔ حضور ﷺ کی نسبت کا اعزاز: صرف یہی نہیں کہ صرف حضور پرنور ﷺ کی اپنی عظمتِ شان کو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے اجاگر کیا گیا اور اسے یکتا بنا کر یکتا انداز میں پیش کیا گیا بلکہ جس چیز کو حضور پرنور ﷺ سے نسبت حاصل ہوگئی، اسے بھی اس کی نوع سے برتر ثابت کیا گیا مثلاً حضور پرنور ﷺ کے دین کی بابت اعلان کردیا گیا

هوا لذی ارسل رسوله با لهدی و دین الحق لیظهر هٗ علی الدین کله ط (الفتح:۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے

(ب) حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی بابت فرمایا

ینساءَ النبی لستن کاحد من النساءِ (الاحزاب:۳۲)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو

(ج) حضور ﷺ کی امت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

کنتم خیر امةٍ اخر جت للناس (آل عمران:۱۱۰)

تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں

(د) اسی نسبت کی عظمت کو مزید واضح کرنے کے لئے حضور پرنور ﷺ سے منسوب چیزوں کی قسم ذکر فرمائی گئی

مثلاً آپ ﷺ کے زمانے کی قسم

والعصر ○ (العصر:۱)

ترجمہ: اس زمانہ محبوب کی قسم

آپ ﷺ کے شہر کی قسم

لا اقسم بهذا البلد○ وانت حل بهذا البلد ○ (البلد:۲،۱)

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہر کی قسم کی مراد حضور ﷺ کی خاک پاک کی قسم مراد لی ہے (جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ کی روایت سے ظاہر ہے) حضرت شیخ محقق نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ہے کہ گویا حضور ﷺ کی خاک پا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسروں سے زیادہ معظم ہے۔

آپ ﷺ کے کلام کی قسم

وقیلہ یرب ان ھٰؤلاءِ قوم لا یومنون٥

ترجمہ: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے

آپ ﷺ کی عمر کی قسم

لعمرک انھم لفی سکر تھم یعمھون٥(الحجر:۷۲)

ترجمہ: اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

۵۔انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں: حضور پرنور ﷺ کی خصوصی عظمت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ قرآن مقدس میں بعض جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں تو مذکور ہیں مگر ان کا جواب مذکور نہیں (اگر چہ ان دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں) اس کے برعکس حضور پرنور ﷺ کی دعائیں تو مذکور نہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے لئے جس جس چیز کی دعا کی تھی، حضور پرنور ﷺ کو بغیر طلب ودعا کے عطا فرمانے کا ذکر فرمادیا گیا۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی

(الف) ولا تخزنی یوم یبعثون (شعراء:۸۷)

ترجمہ: اور رسوانہ کرنا مجھ کو جس دن جی کر اٹھیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جواب مذکور نہیں۔ البتہ حضور پرنور ﷺ کو امت سمیت یہ انعام دیا گیا

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ' (تحریم:ع ۲)

ترجمہ: جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی کو اور ان کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا یوں مذکور ہے

واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم:۳۵)

ترجمہ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے بچا

حضور پرنور ﷺ کے حق میں بن مانگے ارشاد ہوتا ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیراً. (الاحزاب:۳۳)

ترجمہ: اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو اور تمہیں خوب ستھرا کرنا

قابل غور بات یہ بھی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا تو عبادت اصنام سے بچنے کے لئے کی تھی، یہاں ہر گناہ ونقص کو عام ہے۔ وہ دعا تو خاص اپنے بیٹوں کے حق میں تھی، یہاں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد وغیرہ سب کو شامل کیا گیا ہے۔

(ج) حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی ایک اور دعا یوں بیان کی گئی

واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیمO(الشعرا:۸۵)

ترجمہ: اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر

حضور پرنور ﷺ کو بن مانگے فرمایا گیا

انا اعطینک الکوثرo (الکوثر:۱)

ترجمہ: ہم نے تجھے کوثر بخشا

بلکہ یہاں تک فرمادیا گیا

ولسوف یعطیک ربک فترضیo (الضحیٰ:۵)

ترجمہ:عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(د) اللہ کے خلیل علیہ السلام کی ایک دعا یہ بھی ہے۔

واجعل لی لسان صدقٍ فی الاخرینo (الشعرا:۸۴)

ترجمہ: اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں

حضور پرنور ﷺ کو بے مانگے اس سے بڑھ کر عطا ہوا یعنی

ورفعنا لک ذکرک o (انشراح:۴)

ترجمہ:اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کیا

یاد رہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر تھا جو اللہ کے خلیل اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں دوسرے نمبر پر ہیں۔اب آیئے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی طرف،انھوں نے التجا کی

(الف) رب اشرح لی صدریo (طٰہٰ:۲۵)

ترجمہ: اے میرے پروردگار میرے لئے میرا سینہ کھول دے

حضور پرنور ﷺ سے فرمایا گیا

الم نشرح لک صدرکo (انشراح:۱)

ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا

۷۔ ہر عضو کا ذکر خیر: حضرت مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر عضو کا ذکر کیا ہے جس سے حق جل وعلا کی کمال محبت وعنایت پائی جاتی ہے"

قلب مبارک:

الف: ما کذب الفواد ما رایo (النجم۔۱۱)

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا

ب: نزل به الروح الامینoعلی قلبک لتکون من المنذرین (الشعرا:۱۹۳،۱۹۴)

ترجمہ: اسے روح الامین لے کر اترا تمہارے دل پر کہ ڈر سناؤ

زُبان مبارک:

الف: وما ینطق عن الھوی oان ھوا لا وحی یوحیo (النجم:۳،۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے

ب: فانما یسر نه بلسانک لعلھم یتذکرون (الدخان:۵۸)

ترجمہ: تو ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا کہ وہ سمجھیں۔

چشم مبارک:

ما زاغ البصر وما طغیٰoلقد رای من ایت ربه الکبریٰo (النجم:۱۷۔۱۸)

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

رُخِ مبارک:

قد نریٰ تقلب وجھک فی السمآء ج فلنولینک قبلة ترضھا ص (البقرہ:۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

دست مبارک اور گردن مبارک:

ولا تجعل یدک مغلولة الیٰ عنقک (بنی اسرائیل:۲۹)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ

سینہ مبارک:

الم نشرح لک صدرکo (الانشراح:۱)

ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا

پشت مبارک:

ووضعنا عنک وزرکo الذی انقض ظہرکo (الانشراح:۲،۳)

ترجمہ: اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی

۷۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذکر: قرآن پاک میں نہایت ہی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر خیر کے ساتھ حضورﷺ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ ایمان، اطاعت، ایذا، برأت، اذان وغیرہ کے حکم واعلان میں یہی اہتمام بار بار ہے مثلاً

الف: اطیعوا اللہ ورسولہ (الانفال: ع۳)

ب: امنوا باللہ ورسولہ (نور۔ ع۹)

ج: استجیبو اللہ وللرسول (الانفال۔ ع۳)

د: و من یعص اللہ ورسولہ (النساء۔ ع۲)

ر: یوذون اللہ ورسولہ (الاحزاب۔ ع۷)

س: برآءۃ من اللہ ورسولہ (التوبۃ۔ ع۱)

ص: واذان من اللہ ورسولہ (التوبہ۔ ع۱)

ط: یحاربون اللہ ورسولہ (المائدہ۔ ع۵)

ع: لا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہٗ (التوبۃ۔ ع۴)

ف: الا نفال للہ وللرسول (الانفال۔ شروع)

ق: یشاقق اللہ و رسولہ (الانفال۔ ع۲)

ک: اتھم اللہ ورسولہ (التوبۃ۔ ع۱۰)

ل: فردوہ الی اللہ والرسول (النساء۔ ع۸)

م: فان للہ خمسہ وللرسول (الانفال۔ شروع)

ن: اغنھم اللہ ورسولہ (التوبۃ۔ ع۱۰)

و:　الذین کذبوا اللہ ورسولہ　(التوبۃ۔ ع ۱۲)

ی:　انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ　(الاحزاب۔ ع ۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چمنستان رسالت کے دو پھول

جناب مفتی شاہد اقبال آسوی

اہل بیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت وعقیدت رکھنا اور ان کا احترام کرنا مسلمانوں کے لیے لازم وواجب ہے۔ سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اس پر ہوتا ہے جو میری آل کی وجہ سے مجھے ایذا پہنچائے۔ پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور صحابہ سے زیادہ محبت رکھے۔ (مکتوبات حضور مجدد پاک)

حاکم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں بہتر وہ شخص ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے حق میں اچھا ہو (نور الابصار) حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہوگیا نجات پا گیا جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا۔ (مسند احمد مشکوٰۃ شریف مجمع الزوائد)

مطلب حدیث یہ ہے محبت اہل بیت اور ان کا اتباع باعث نجات ہے اسی لیے حضور امام ربانی مجدد الف ثانی سرکار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا محبت اہل بیت سرمایہ اہل سنت ہے خاتمہ بالخیر کے لئے اہل بیت سے محبت ضروری ہے۔ (مکتوبات شریف)

اشرف المنبوۃ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے کہ قیامت کے دن چار لوگوں کا میں ضرور شفیع ہوں گا۔ اگرچہ تمام اہل زمین کے گناہ اپنے ہمراہ لیکر آئیں پہلا وہ گروہ جو میری اولاد کی محبت اور تعظیم کرے۔ دوسرے وہ جو ان کی حاجت برآری اور مقصود پورا کرنے میں مصروف ہو تیسرے جو ان کی پردہ پوشی کرنے والا ہو چوتھے جو ان کو دل وجاں سے دوست رکھے (سعادت الکونین فی فضائل الحسنین) (بیرہ شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی) تاجدار صداقت حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًاصلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔ (صحیح بخاری، شفا شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت نسبی کا احترام ولحاظ کرتے ہوئے آپ کی اہل بیت کا بھی ادب واحترام کرو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ادبو اولادکم علی ثلاث خصال حب نبیکم وحب اهل بیته وعلی قراۃ القرآن۔

ترجمہ:　اپنی اولادوں کو تین چیزوں کی تربیت دو (۱) اپنے نبی کی محبت (۲) اہل بیت نبی کی محبت　(۳) اور قرآن پڑھنے کی عادت۔

یعنی رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والدین کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بیان فرمایا کہ اپنی اولاد کو میری اور میرے اہل بیت کی محبت کا درس دیا کرو" تاکہ بڑے ہوکر مسلک حق اہل بیت پر کاربند ہوکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اہل بیت کرام کی محبت کو جز وایمان سمجھ کر حرز جاں بنائے رکھیں۔

جن نفوس قدسیہ کی محبت سکھانے کا درس اس حدیث مبارک میں دیا جارہا ہے انہی میں سے شہزادگان اقدس حسنین کریمین گلستان رسالت

کے مہکتے پھول جن کی عظمتوں رفعتوں کا ذکر جاری ہے اور صبح قیامت تک جاری رہے گا اقلیم ولایت کے تاجدار سرتاج المتکلمین سیدی حضور مفکر اسلام قدس سرہ العزیز ان پاکوں کی محبوبیت عظمت رفعت کے ذکر کو بڑے کمال انداز میں بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں آج ہم ان دو محبوبان خدا کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کی محبوبیت کا ذکر شرق و غرب میں ہی نہیں، ارض و سما کی محفلوں میں بھی گونج رہا ہے، یہ وہ محبوب ہیں جن کو خدا کا بھی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب کہا جاتا ہے اور ان کی محبوبیت اس درجہ نمایاں ہے کہ جو ان سے محبت کرے وہ خود بھی محبوب خدا اور رسول بن جاتا ہے بلکہ ان کی محبت ایمان و نفاق میں وجہ امتیاز ہے یہ دو عظیم محبوب کون ہیں سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما۔ یہ دونوں اللہ جل مجدہ کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مقدس نواسے ہیں۔ بضعۃ الرسول سیدہ خاتونِ جنت حضرت بتول زہرا سلام اللہ علی ابیہا وعلیہا کے جگر پارے ہیں اور اسد اللہ الغالب مولائے کائنات حضور سیدنا علی المرتضیٰ مشکلکشا حاجت روا کے فرزند ہیں۔ یہ دونوں سراپا حسن ہیں اور ان کا حسن فطری و جبلی ہے۔

انہیں کے جدِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہیں جان حسن، اصل حسن، مرکز حسن، مطلع حسن اور منبع حسن کہا جاتا ہے۔ ہر حسن جن پر نثار، ہر زیبائی جن پر قربان، ہر جمال جن کا گدا اور ہر کمال جن پر فدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم   وہ ملیح دلآرا ہمارا نبی ﷺ

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس شعر پر سیدی سندی مرشدی حضور قبلہ عالم مفکرِ اسلام نے جو تضمین لکھی ہے یہاں درج کی جاتی ہے

شاہ عرب و عجم، ماہ حل و حرم!
وہ عطا ہی عطا، وہ کرم ہی کرم!
جس کا احسان، احسان کا ہے بھرم
حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیح دلآرا ہمارا نبی ﷺ

ہاں ہاں دونوں شہزادے اس ذات پاک کے جو نور من نور اللہ ہیں، کے آئینہ حسن ہیں۔ آئینہ حسن ذات بھی، آئینہ حسن صفات بھی، آئینہ حسن صورت بھی، آئینہ حسن سیرت بھی، اس لئے نور ہی نور ہیں۔ ظاہر بھی نور، باطن بھی نور، جسم بھی نور، جان بھی نور، حلق بھی نور، خلق بھی نور۔ اعلیٰ حضرت مجدد ملت قدس سرہ نے خوب فرمایا اور خدا تعالیٰ انہیں خوب فرمانے پر خوب نوازے، واقعی یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جس کے جسم کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ، اس کے حبیب یکتا علیہ التحیۃ والثناء اور اہل بیت حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں رچا بسا ہو:

معدوم نہ تھا سایہ شاہ ثقلین   اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے   آدھے سے حسن بنے ہیں آدھے سے حسین

حسنین کریمین سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شہزادے ہیں۔ اور سیدہ فاطمہ جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّيْ يُؤْذِيْنِيْ مَا آذَاهَا وَ يُنْصِبُنِيْ مَا اَنْصَبَهَا

ترجمہ: بے شک فاطمہ میرے جسم کا حصہ ہے جو چیز ان کو تکلیف دیتی ہے اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور جو چیز ان کو سکون دیتی ہے اس سے مجھے سکون ملتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِفَاطِمَةَ : اِنَّ اللّٰهَ يَغْضَبُ لِغَضَبِكِ وَ يَرْضَى لِرِضَاكِ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تیری ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہوتا ہے اور تیری رضا سے راضی ہوتا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لِكُلِّ بَنِي اُمِّ عَصَبَةٌ يَنْتَمُوْنَ اِلَيْهِمْ اِلَّا ابْنَيْ فَاطِمَةَ ، فَاَنَا وَ لِيُّهُمَا وَ عَصَبَتُهُمَا

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر عورت کی اولاد مرد کی جانب منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمہ کے دونوں بیٹوں کے کہ ان کا ولی میں ہوں اور یہ میری جانب منسوب ہوتے ہیں۔ (المستدرک للحاکم حدیث نمبر ۴۷۷۰)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَايَ ، مَنْ اَحَبَّهُمَا اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي اَحَبَّهُ اللّٰهُ ، وَمَنْ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا اَبْغَضَنِي وَمَنْ اَبْغَضَنِي اَبْغَضَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَهُ اللّٰهُ اَدْخَلَهُ النَّارَ۔

ترجمہ: میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا حسن اور حسین میرے بیٹے ہیں، جس نے ان سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے اللہ سے محبت کی اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔ اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ (المستدرک حدیث نمبر ۴۷۷۶)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی امی جان کی خدمت میں عرض گزار ہوا مجھے اجازت دیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نماز مغرب پڑھوں اور حضور سے سوال کروں کہ میرے اور آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ پس میں نے آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھی، حتیٰ کہ نماز عشاء بھی پڑھی جب آپ لوٹے تو میں پیچھے ہو دیا آپ نے میرے آواز سنی تو فرمایا کیا تم حذیفہ ہو؟ عرض گزار ہوا ہاں! فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری والدہ کو بخشے، کیا حاجت ہے؟ یہ فرشتہ اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی کہ مجھ پر سلام عرض کرے اور مجھے بشارت دے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

كنا نصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ، فكان يصلي ، فاذا سجد وثب الحسن والحسين على ظهره ، واذا رفع راسه اخذهما فوضعهما وضعا رفيقا ، فاذا عاد عادا ، فلما صلى جعل واحدا هاهنا و واحدا هاهنا ، فجئته فقلت: يارسول الله الا اذهب بهما الى امهما؟ قال: لا ، فبرقت برقة ، فقال: الحقا بامكما ، فما زالا يمشيان في ضوئها حتى دخلا۔

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز عشاء ادا کر رہے تھے، دوران نماز حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام کی پشت مبارک پر چڑھ گئے، جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا تو بہت نرمی کے ساتھ ان کو نیچے اتار دیا اور جب دوبارہ سجدہ کیا تو ان دونوں نے پھر اسی طرح کیا، جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک کو ایک جانب اور دوسرے کو دوسری جانب بٹھا لیا، میں نے آپ ﷺ کے قریب ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا میں ان کو ان کی اماں کے پاس چھوڑ آؤں؟ آپ نے انکار فرما دیا۔ پھر ایک بجلی سی چمکی، آپ نے حسن اور حسین سے فرمایا، تم دونوں اپنی اماں کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ وہ دونوں اس کی چمک میں چلتے چلتے گھر پہنچ گئے۔

(المستدرک حدیث نمبر ۴۷۸۷،مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

ان الحسن و الحسین هما ریحانی من الدنیا

ترجمہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا "حسن اور حسین میرے دنیا کے پھول ہیں۔ (صحیح ابن حبان) (صحیح بخاری۔ترمذی۔مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

سئل رسول الله صلی الله علیه و سلم ای اهل بیتک احب الیک قال الحسن و الحسین و کان یقول لفاطمة ادعی لی ابنی فیشمهما و یضمهما الیه ۔(ترمذی شریف ۱۷۰۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا کہ حسن اور حسین آپ حضرت فاطمہ سے فرمایا کرتے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ۔ پس دونوں کو سونگھا کرتے اور انہیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے۔ ان شہزادوں سے محبت کرنے والا اللہ کا پیارا بن جاتا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک رات کسی کام کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور باہر تشریف لائے آپ کے پاس کچھ لپٹا ہوا تھا۔ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوا تو پوچھا آپ نے کیا چیز لپیٹ رکھی ہے۔ آپ نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دونوں آپ کی رانوں پر ہیں۔ آپ نے فرمایا

هٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَتِی اَللّٰهُمَّ اِنِّی اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّهُمَا

ترجمہ: یہ میرے دونوں بیٹے میری بیٹی کے بیٹے ہیں الٰہی میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرے اسے بھی تو اپنا محبوب بنالے۔ (ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف)

ان شہزادوں سے پیار کرنے والا جنتی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ عصر پڑھا رہے تھے جب چوتھی رکعت میں تھے تو حضرت امام حسن و حسین آ گئے اور وہ دونوں نبی پاک ﷺ کی پشت پر سوار ہو گئے جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو انہیں اپنے سامنے کیا اور امام حسن کو دائیں کندھے اور امام حسین کو بائیں کندھے پر سوار کر لیا پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ تم میں سے نانا اور نانی کے لحاظ سے بہتر کون ہے؟ پھر فرمایا: حضرت امام حسن و حسین کا نانا رسول اللہ ﷺ ہے ان کی نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا باپ علی المرتضیٰ ہے ان کی والدہ حضرت فاطمہ الزہرہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہے ان کے چاچا حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں ان کی پھوپھی حضرت ام ہانی ہیں، اور ان کے ماموں حضرت قاسم رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں، ان کی خالائیں حضرت زینب، رقیہ اور ام کلثوم رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں ہیں رضی اللہ عنہم۔ ان کا نانا جنتی ہے، ان کی نانی جنتی ہے، ان کا باپ جنتی ہے، ان کی ماں جنتی ہے، ان کا چاچا جنتی ہے، ان کی پھوپھی جنتی ہے، ان کا ماموں جنتی ہے، ان کی خالائیں جنتی ہیں، اور وہ دونوں جنتی ہیں اور جو ان دونوں سے پیار کرے وہ بھی جنتی ہے۔

(طبرانی فی الکبیر والاوسط، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۸۴)

اللہ تعالیٰ مرشدِ کریم کے صدقے ان شہزادوں کی خوب محبت عطا فرمائے۔

﴿سن هجری اور ماہ محرم﴾

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

اسلامی سن کا آغاز امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ نے اپنے دور میں کیا۔ اور اسے ہادی اعظم، رحمت عالم ﷺ کے واقعۂ ہجرت سے نسبت دی، ہجرت یوں تو نقل مکانی یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا نام ہے۔ مگر جس ہجرت پر بے پناہ ثواب کا دارومدار ہے، وہ ہے خدا تعالیٰ ورسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اپنا گھر بار چھوڑنا، مال ومتاع سے ہاتھ دھو کر وطن سے بے وطن ہونا، اگر کوئی اس بنیادی نقطے کو فراموش کر کے کسی اور غرض سے کہیں، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں جا ٹھہرے، مہاجر (فی سبیل اللہ) نہیں حضور سید عالم نور مجسم ﷺ فرماتے ہیں۔

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اس نے نیت کی۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کیلئے ہجرت کرے گا تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرے یا کسی عورت کی نیت سے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی طرف ہے جہاں کی اس نے نیت کی۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

<u>اقبال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:</u>

از وطن آقائے ما ہجرت نمود
عقدۂ قومیت مسلم کشود

یعنی ہمارے آقا و مولا حضور ﷺ نے اپنے وطن مالوف مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر اسلام کا نظریہ قومیت سمجھا دیا۔ اگر قوم وطن سے بنتی (جیسا کہ، مولانا حسین احمد صاحب صدر دیوبند کا نقطۂ نظر تھا) یا نسل سے بنتی (جیسا کہ نسل پرستوں کا خیال ہے) تو سید عالم ﷺ اپنے قبیلہ قریش اور اپنے شہر مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ میں انصار کے ہاں قیام نہ فرماتے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ نے واقعہ ہجرت سے ہجری سن کا آغاز کیا تھا کہ اہل اسلام اس تصور کو کبھی فراموش نہ کر سکیں۔ اٹھتے بیٹھتے انہیں اپنی قومی وحدت ملحوظ رہے آج پاکستان میں چار قومیتوں کا جو نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ اس تصور کو فراموش کرنے کا نتیجہ ہے۔

<u>محرم الحرام کی فضیلت:</u> قرآن حکیم کی رو سے سال اور بارہ مہینوں میں سے چار (رجب، ذیقعد، ذی الحج، محرم، حرمت والے ہیں، یوں تو گناہ ہر وقت گناہ ہے، مگر ان مبارک مہینوں میں اس کا خطرہ زیادہ سنگین ہے۔ محرم الحرام کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ اس ''شہر ''اللہ'' (اللہ کا مہینہ) اور ''شھر الانبیاء'' (یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کا مہینہ) بھی کہا جاتا ہے اس کی دس تاریخ (یوم عاشورہ) میں تاریخ انسانی کے عظیم و مبارک واقعات رونما ہوئے۔ مثلاً اس دن زمین و آسمان کی پیدائش، سب سے پہلی بارش اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ اس روز کشتی نوح علیہ السلام پار لگی اور ادریس علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا، نار نمرود فرعون کی غرقابی کا بھی یہی دن ہے نواسۂ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا امام

حسین علیٰ جدہ واحمہ علیہ السلام بھی معراج شہادت پر اسی دن فائز ہوئے۔

عاشورہ کے دن کیا کریں: حضور سید عالم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودی دس محرم کو روزہ رکھا کرتے تھے، وجہ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون پر فتح کا دن ہے چنانچہ انہوں شکرانے کا روزہ رکھا تھا۔ ہم بھی انہیں کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا! ہم تم سے موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور (دوسروں کو بھی) اس کا حکم دیا، بلکہ بعد میں نویں محرم کا روزہ ساتھ ملانے کا ارادہ ظاہر فرمایا (تا کہ ایک روزہ رکھنے میں یہودیوں سے جو مشابہت کا شائبہ نظر آتا ہے، جاتا رہے، یوم عاشورہ کے روزے کی فضیلت سنیے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

''میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عاشورے کے روزے کو گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بنادے''۔

روزے کے علاوہ اور کیا کرنا چاہیے۔ بیہقی شریف کی حدیث میں ہے ''جس نے عاشورہ کے دن اپنے کنبے والوں پر زیادہ خرچ کیا، اللہ تمام سال اس پر فراخی وسعت فرمائے گا''۔ (یعنی برکت دے گا)

شہوار کربلا رضی اللہ عنہ کی یاد: یہی یوم عاشورہ تھا جب کربلا میں نواسہ، رسول جگر گوشہ بتول سیدنا حضرت امام حسین علیٰ جدہ امہ علیہ السلام نے مختصر سے جاں نثاروں کے ساتھ ایک لشکر جرار کا جرات سے مقابلہ کر کے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ '' انا للہ و انا الیہ راجعون''

جہاں تک شہزادہ گلگوں قبا سیدنا حسین مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت وعظمت کا تعلق ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں اس سے انکار ناممکن ہے۔ اہل بیعت کے جو فضائل آیات قرآنی میں موجود ہیں، ان میں بلاشبہ امہات المومنین (یعنی حضور ﷺ کی ازواج مطہرات) کے علاوہ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا، مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کے دونوں فرزند بھی شامل ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) قرآن حکیم میں جہاں ان کی محبت فرض کی گئی ہے اور جہاں ان کی طہارت کا اعلان کیا گیا ہے، یقیناً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت بھی اس میں داخل ہے اور آپ کے پاک ہونے کا اعلان بھی واضح ہے۔ پھر حدیث میں ان دونوں بھائیوں کیلئے بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرنا بھی منقول ہے۔

''اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے، تو بھی ان دونوں سے محبت فرما بلکہ اس سے بھی محبت فرما جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے'' (مسلم)

حضور حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کے بعد ان شہزادوں کا محبوب خدا ہونا شک سے بالاتر ہو جاتا ہے، بلکہ جو بارگاہ خدا میں محبوب بننا چاہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے ان محبوبانِ خدا کا نیاز مند اور محب ہونا ضروری ہے

محبت کے زیادہ اہم دو معیار ہیں۔ کائنات کے معلم اعظم ﷺ کے فیصلے کے مطابق:

۱۔ جسے کسی سے محبت ہوتی ہے، وہ بار بار اس کا ذکر کرتا ہے۔

'' من حب شیا اکثر ذکرہ ''......شفاشریف

۲۔ محبت (محبوب کے عیب دیکھنے) سے اندھا اور اس کے عیب سننے سے (عاشق کو بہرہ کر دیتی ہے)

'' حبک الشیی یعمی و یصم''......(شفاشریف)

محبت کے ان دونوں معیاروں کو سامنے رکھ کر ہمیں اہل بیت اطہار بشمول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم کی مدح وثنا کو اپنی زندگی کا عنوان

بنالینا چاہیے، ان کی یادوں کے مقدس چراغ دیدہ و دل میں روشن رکھنے چاہئیں۔ اگر کوئی بد بخت دشمن ان کی شان میں ہرزہ سرائی کرے تو ہمیں اس پر کان دھرنے کے بجائے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے یاد رکھیں۔ جو اہل بیت کی محبت سے محروم ہے۔ محبت رسول بلکہ محبت خدا سے بھی محروم ہے ایسے شخص کا نماز روزہ سب کچھ بیکار ہے۔

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تری نماز کو میرا سلام ہے

مجالس ذکر اہل بیت رضی اللہ عنہم: حب اہل بیت اطہار کی محبت و تعریف ضروری ٹھہری تو ان کا ذکر خیر کرنے کیلیے مجالس منعقد کرنے کی اہمیت خود بخود ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ بزرگان دین کا ہمیشہ اس پر عمل رہا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے گھر ۱۲ ربیع الاول شریف اور ۱۰ محرم الحرام کو مجلسیں ضرور منعقد ہوتی تھیں (جیسا کہ ان کے فتاویٰ سے ظاہر ہے)

اہل حق کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی خدمت میں نذرانہ ثواب پیش کرنے کیلیے صدقہ و خیرات دے، شربت کی سبیل لگائے، تلاوت قرآن پاک یا نوافل میں مشغول ہو تو بالکل جائز ہے۔ یہ حب اہل بیت کی علامت بھی ہے اور کربلا کے مظلوم مسافروں کے احسانات کا شکرانہ بھی۔

واقعہ کربلا کے مختلف پہلو: حضور رحمۃ اللعلمین ﷺ کے مقدس لاڈلوں نے جس ایمان افروز انداز میں سروں کے نذرانے پیش کیے اور جانوں کی بازی لگائی، رہتی دنیا تک اس کی نظیر ناممکن ہے، بچے، جوان، بوڑھے سب کے سب محبت کی شہادتگہ میں حاضر ہیں اور ذوق و شوق کے ساتھ اپنی اپنی باری، قربان ہو رہے ہیں۔ اور آخر میں ان سب کا والی، ان سب کا خواجہ ان سب کا صاحب اکیلا رہ جاتا ہے اور وہ بھی تن تنہا ان سب کے مقابلے میں ڈٹ جاتا ہے اور چھپن سال کی عمر میں، جوان بیٹوں، جاں نثار بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، اور فدا کاروں کی تقریباً بیاسی لاشیں سامنے ہیں، تین دن کیا پیاسا ہیں، مگر نہ ماتھے پر بل ہے نہ چہرے پر افسردگی کے آثار ہیں، نہ آنکھوں میں آنسو ہیں اور نہ لب پہ آہ ہے، حفیظ جالندھری اس جرات و ہمت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

عبا بھی تار تار ہے — تو جسم بھی فگار ہے
زمین بھی بے تپی ہوئی — فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مرد تیغ زن، — یہ صف شکن، فلک فگن
کمال صبر و تندہی سے — محو کار زار ہے
یہ بالیقین حسین ہے
نبی کا نور عین ہے

کربلا والوں کی یہ جرات و ہمت یقیناً مثالی اور از حد قابل تحسین ہے۔ مگر امت کیلیے اس میں درد و سوز کا عظیم سرمایہ بھی تو موجود ہے۔ کون

سا عاشق رسول ایسا ہے جو گلستان رسالت کے پھولوں اور کلیوں کے اس طرح مسلے جانے کی داستان سنے اور رونے پر مجبور نہ ہو جائے رسول اللہ ﷺ کے اہل خاندان پر ظلم وستم کی آندھیاں چلیں، انہیں خاک وخون میں ملایا جائے ان کی لاشوں پر اونٹ گھوڑے دوڑائے جائیں، ان کے خیمے جلائے جائیں ان کے سروں کو نیزوں پر چڑھایا جائے اور باقی ماندہ افراد کو قیدی بنالیا جائے یہ سب سن کر بھی، امتی اور کچھ نہیں تو دو بوند آنسوؤں کا نذرانہ بھی پیش نہ کر سکے، امتی کہلانے کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہے، سنیے اس حادثہ جانکاہ نے سید الصابرین حضور سرور عالم ﷺ کے دل پر جو اثرات چھوڑے حدیث میں ہے۔

''حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں، فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں روتے ہوئے دیکھا ہے اور آپ کے سر مبارک اور ریش اقدس پر گرد غبار ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی جائے شہادت پر گیا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

''میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں۔ دست مبارک میں خون بھرا شیشہ ہے۔ میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا ہے فرمایا یہ حسین اور اس کے رفیقوں کا خون ہے۔ میں اسے آج صبح سے اٹھا تا رہا ہوں۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تاریخ اور وقت یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت حسین اسی وقت شہید کئے گئے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف، بیہقی شریف)

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ماہ محرم ۶۵۶ میں سلطان المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اسی موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔

''اس عشرہ (یعنی محرم کے پہلے دس دنوں) میں کسی اور کام میں مشغول نہیں ہونا چاہیے سوائے اطاعت، تلاوت، دعا و نماز وغیرہ کے اس لئے کہ اس عشرہ میں قہر الٰہی بھی ہوا ہے اور بہت رحمت الٰہی بھی نازل ہوتی ہے۔ بعد ازاں فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس عشرہ میں حضور سرور عالم ﷺ پر کیا گزری اور آپ کے فرزندوں کو کس طرح بے رحمی سے شہید کیا گیا، بعض پیاس کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان بدبختوں نے اللہ کے پیاروں کو پانی کا ایک قطرہ تک نہ دیا۔ جب شیخ الاسلام نے یہ بات فرمائی تو ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا، کیسے سنگدل، کافر، بے عاقبت، بے سعادت اور نامہربان تھے، حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ دین و دنیا اور آخرت کے بادشاہ کے فرزند ہیں۔ پھر بھی انہیں بڑی بے رحمی سے شہید کر دیا۔ اور انہیں یہ خیال نہ آیا کہ کل قیامت کے دن حضرت خواجہ عالم ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ (شام کربلا بحوالہ راحت القلوب)

<u>ضروری احتیاط</u>: جہاں تک واقعہ کربلا کے جرات آموز اور درد انگیز ہونے کا تعلق ہے اس کا مختصر بیان ہو چکا ہے، مگر اس کا ایک اہم پہلو اور بھی ہے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے خود بھی صبر و استقامت کا بہترین مظاہرہ فرمایا۔ اور اپنی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور باقی اہل بیت کو بھی یہی وصیت فرمائی۔

"میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ جس وقت دشمن کے ہاتھوں شہید کردیا جاؤں تو تم میرے غم میں نہ گریبان چاک کرنا نہ اپنے رخساروں پر طمانچے مارنا، نہ اپنے منہ کو زخمی کرنا۔ (شہید کربلا مولانا منشور ہزاروی)

صبر واستقامت، اہل بیت کی سیرت کا اہم عنوان ہے اور وہ ہمیشہ امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں۔ بے صبری، جزع وفزع، چیخنا، پیٹنا ان کی شان کے ہرگز لائق نہیں تھا اور نہ انکا سچا غلام بے صبری اور بین وغیرہ کی جرات کرسکتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ایسا کرنیوالے سے بیزار ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ شیخین کی حدیث میں ہے۔

۱......جو منہ پر طمانچہ مارتا ہے اور گریبان پھڑتا ہے اور جاہلیت کے بین کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔

۲......جس نے مردے کے ماتم میں سر منڈایا اور زور سے چیخا اور کپڑے پھاڑے۔ ایسے سے میں بیزار ہوں۔

ہاں رونا اور آنسو بہانا جائز ہے بلکہ اسے رحمت فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حضور ہادی اکرم ﷺ کا فیصلہ ہی پیش کیا جاتا ہے۔

میت کے غم میں جہاں تک دل اور آنکھ کے متاثر ہونے کا تعلق ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہے اور رحمت کے سبب ہے مگر جو کچھ ہاتھ اور زبان سے سرزد ہو وہ شیطانی فعل ہے۔ (مسند احمد)

لہٰذا اس سے پوری احتیاط چاہئے۔ علاوہ ازیں من گھڑت افسانے سننا اور سنانا جو خصوصاً کربلا کے بارے میں لوگوں تیار کر لئے ہیں، جائز نہیں۔ یونہی مجالس میں شریک ہونا جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں کھل کر یا اشارے اشارے میں بکواس کی جائے بھی مناسب نہیں، جذبے کو (معاذ اللہ) کربلا کے ڈارے کی شکل دینا بھی اس عظیم واقعے کی توہین ہے کسی لڑکی کو حضرت زینب رضی اللہ عنہما قرار دیکر اسے بے پردہ بازاروں میں پھرانا خانوادہ رسول کی وہ توہین ہے جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ: بعض روایات کے مطابق یکم محرم امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ آپ کا لقب فاروق یعنی حق و باطل میں بہت بڑا فرق کرنے والا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عطا فرمودہ ہے۔ معلوم یہ ہوا، آپ معیار حق ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے، حق عمر کی زبان پر بولتا ہے (رضی اللہ عنہ) ہمیں چاہئے کہ یکم محرم کے دن یوم فاروق اعظم منائیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں۔

اپنے مولا کا مظہر ہمارا نبی ﷺ — دونوں عالم کا سرور ہمارا نبی ﷺ
رہبروں کا ہے رہبر ہمارا نبی ﷺ — انبیاء میں ہے برتر ہمارا نبی ﷺ
جس کی خاطر سجا گلشن زندگی — ہے وہ پیارا گل تر ہمارا نبی ﷺ
جس کا ثانی نہیں ملک کونین میں — ہے وہ بے مثل وہمسر ہمارا نبی ﷺ
نام جس نے لیا، اُس پہ سایہ کیا — ہے عجب بندہ پرور ہمارا نبی ﷺ
ڈھونڈتے ہی رہے ہوش و عقل و خرد — لا مکاں پہنچا اُڑ کر ہمارا نبی ﷺ
عظمتوں کا ہمالہ نہیں، عرش ہے — عرش سے بھی فراتر ہمارا نبی ﷺ

کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی

شرح مکتوبات شریف

(محدث زماں حضرت علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ علیہ)

ادارہ الحقیقہ کے لیے جہاں یہ امر باعث عزوشرف ہے وہیں ہمارے قارئین کے لیے مادیت زدہ ماحول میں، قطب وقت قندیل نورانی محدث رحمانی، غوث صمدانی، امام ربانی، المجدد المنور الف ثانی، ابوالبرکات شیخ بدرالدین احمد فاروقی، نقشبندی، سرہندی قدس سرہ العزیز کے مکاتیب جو مکتوبات امام ربانی (مکتوبات شریف) کے نام سے معروف ہیں، علوم ومعارف اور حقیقت ومعرفت کا بحر زخار ہے جو اس قدر مشکل اور اَدق ہیں کہ بقول امام ربانی مجدد الف ثانی علما کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراء ہیں جو مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہیں اور الف ثانی کے مجدد کے ساتھ خاص ہیں۔ نیز یہ علوم ومعارف کشف صحیح اور الہام صریح سے ثابت ہیں جو کتاب وسنت کے عین مطابق اور اہلسنت کے عقائد وآراء کے بالکل موافق ہیں۔

ادارہ مجلہ الحقیقہ اپنے قارئین کے لیے آسان اور عام فہم انداز میں، محدث زماں حضرت علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ ''کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی'' جو کہ حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریفہ کی شرح، پہلی بار شائع کررہا ہے۔

محدث زماں حضرت علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ علیہ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ ایک عظیم فقیہ اور مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ ولی کامل اور عاشق رسول بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ علوم باطنیہ بھی عطا فرمائے تھے۔ آپکی تصانیف فتاویٰ نظیریہ، خاتمیت محمدیہ اور ''کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی'' اس کا بین ثبوت ہیں۔ آخر الذکر تصنیف علامہ نظیری نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں شدید علالت میں تحریر فرمائی۔ ''کشف المعانی لمکتوبات امام ربانی'' کو مجلہ الحقیقہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک (19 اگست) کے موقع پر قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے مزار پرانوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، حضرت علامہ محمد اسحاق نظیری رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے، مجلہ الحقیقہ کو اسلام اور تصوف کی حقیقی تصویر پیش کرنے اور قارئین کو فیض حاصل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ الحقیقہ)

''بصیرت اوّل'' پہلی دل کی روشنی

"قال اللہ تعالیٰ الاان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنو وکانو ایتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے خبردار بے شک جو اللہ کے دوست ہیں نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ کوئی غم کھائیں گے وہ جو ایمان لائے اور ہمیشہ پرہیزگار رہے اُن کے لئے خوش خبری ہے دنیاوی زندگی اور آخرت میں اللہ کے فیصلوں کی کوئی تبدیلی نہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔"

فی صحیح البخاری عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالیٰ قال من عادی لی ولیا فقدادنتہ بال الحرب وما تقربہ الی عبدی بشیئی احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احبتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ لا عبدنہ"

''بصیرت دوم'' دوسری روشنی

جاننا چاہیے کہ اللہ والوں کو کشف ہوتا ہے اور یہ مسئلہ درست ہے لیکن بعض اوقات معاملہ کی حقیقت کو اجمالی طور پر پاتے ہیں اور بعض اوقات شبہ کے طور اور بعض اوقات پردہ کے بغیر پاتے ہیں اور صوفیہ کے کلام کی تلاش کرنے والے یہ جاننا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ اجمال ہے اور یہ مفصل ہے اور نظر بند کر لینا ایسی مخالفت سے جو قائل کو کلام مجملی اور مفصلی میں ہوتی ہے (یعنی بعض اوقات مجمل اور مفصل کے درمیان کی مخالفت سے بھی صرف نظر کر لیتے ہیں)۔ اور یہ بھی جاننے کے قابل ہے کہ اجمالی حقیقتیں جو اللہ والوں پر ظاہر ہوتی ہیں جبکہ زبان اور عرف اُن کے بیان سے قاصر ہیں اس لئے درویشوں کا طبقہ کتاب وسنت اور اس لفظ کو حقائق اجمالیہ جو ان کے دل پر فائز ہوتے ہیں ان کے لئے عنوان بناتے ہیں۔

مطالعہ کرنے والوں فراست چاہنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ اس لفظ کو بنائیں جیسا کہ میں نے شیر کو تیر پھینکتے ہوئے دیکھا والی صورت میں شیر کے دانت نہ ہونے، ناخن نہ ہونے کی کیا گنجائش ہے۔ اور ان کے کلام کے متشابہات کی ان کے کلام کے محکمات کے موافق تاویل کرتے کبھی غلبہ حال میں ان کی عبادات ان کی مرادوں سے موافقت نہیں کرتیں اور کبھی اُن کی اصطلاح پر اطلاع حاصل نہیں ہوتی اور کبھی غلط وہم اور غلط خیال کی وجہ سے معلومات میں خطا واقع ہو جاتی ہے اور اس خطا کرنے میں خطائے اجتہادی کی طرح معذور ہیں بلکہ ایک درجہ صواب پاتے ہیں (یعنی نیکی پر ثواب پاتے ہیں)

''بصیرت سوم'' تیسری روشنی

جاننا چاہیے کہ ہجرت نبویہ کے ہزار سال بعد دوسرے دور کا دروازہ کھل چکا ہے کہ بعض اعتبارات کے ساتھ پہلے فیوض کا اجمال اور بعض اعتبارات سے فیوض سابقہ کی تفصیل ہے۔ اور حضرت شیخ صاحب قدس سرہ اس دورہ (الف ثانی) کے بنیاد ہیں (یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ روحانی اقدار کی بلندی (حضرت سے وابستہ ہے) اس دورہ کے ساتھ مختص بہت سے معارف حضرت شیخ کی زبان سے رمز اور اشارہ کے طریقہ سے ظاہر ہو چکے ہیں اور بہت سے علوم جو غیر متعارف ہیں اور قرون اولیٰ میں بہتر سمجھے جاتے اور شہرت رکھتے تھے مگر قرون ثلاثہ کے بعد پوشیدہ پردے میں چلے گئے حضرت جناب مجدد صاحب کے ذریعہ ظاہر ہوئے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ آپ جس پاکیزہ مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں وہ حضرت رسالت مآب ﷺ کے طینت مقدسہ کا بقیہ ہے اور حضرت شیخ مجدد صاحب اُس کے قطب ارشاد ہیں اور آپ کے ہاتھ مبارک پر بہت سے گمراہ گنوار طبیعت اور بدعتی خلاصی حاصل کر چکے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد کی تعظیم بذات خود اللہ کی تعظیم ہے کہ اللہ اس سے خوش ہوتا ہے) اور حضرت شیخ کی نعمت پر شکر کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت و تقدس کا شکر ادا کرنا ہے (کہ آپ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں)

''بصیرت چہارم'' چوتھی روشنی

حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات کی اگر تینوں جلدوں حاصل ہو جاتیں ہیں تو ان کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے اس لئے کہ توہمات فاسدہ کو دُور کرنے اور خیالات باطلہ کے زائل کرنے کے لئے تمام راستوں سے یہ راستہ قریب ترین ہے۔

''بصیرت پنجم'' پانچویں روشنی

حضرت خواجہ محمد ہاشم جو مکتوبات شریف کی تیسری جلد کے جمع کرنے والے ہیں اپنے خطبہ میں حضرت امام ربانی علیہ الرحمتہ سے نقل فرماتے ہیں کہ آواز دی ہے اور ظاہر کیا ہے اور میرے لکھے ہوئے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب ہم نے کیا ہے اور ہمارا ایمان ہے اور اس وقت ان علوم کو میری نظر کے تحت دیکھا اور میں نے ایک ایک پر اجمالی اور تفصیلی نظر کی خاص طور پر وہ علوم جن میں مجھے کسی دقت وتردد ہوا کرتا تھا ان کو اور تمام علوم کو اس حکم میں داخل پایا۔ (خواجہ محمد ہاشم نے مجدد علیہ الرحمت کا جو قول نقل کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت کو بذریعہ الہام یہ بتایا گیا کہ کان میں آواز کا محسوس ہونا الہام کی ایک قسم ہے اور اسی کے لئے یہ اصطلاح بھی مستعمل ہے کہ ہاتف غیبی نے آواز دی میرے سر محترم حضرت پیر عبدالمجید صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ معلوم کرنا مقصود ہو تو کان میں ایک آواز محسوس ہوتی ہے جس میں وہ حقیقت بیان ہو جاتی ہے

غیاث اللغات نے دوش کو معنی گذشتہ ہی لکھا ہے۔

دفتر اول

مکتوبات شریفہ میں ان پانچ بصیرتوں کے بعد حضرت مولانا یار محمد صاحب الجدید البدخشی رحمتہ اللہ علیہ کا افتتاحی خطبہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور پرنور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰت سلام کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ حضرت محققین کے فرید درس قطب العارفین ولایت محمدیہ کی دلیل شریعت مصطفویہ کی صحبت اسلام اور مسلمین کے شیخ ہمارے شیخ اور امام شیخ احمد فاروقی نقشبندی سلمہ اللہ سبحانہ اور اللہ ان کو باقی رکھے۔ جن کو اس حقیر کم سرمایہ والے اس مقدس درگاہ کے خاک نشینوں کے کمترین یار محمد الجدید البدخشی طالقانی نے جمع کیا اور تحریر میں لایا ہے اس اُمید سے کہ حق جل وعلاء کے تلاش کرنے والوں کو کچھ نفع آپہنچے اللہ سبحانہ سے غلطی سے بچاؤ اور توفیق کا سوال کیا جاتا ہے۔

(حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف کے تین دفتر ہیں پہلے دفتر میں ۳۱۳ مکتوبات ہیں جو اصحاب بدر اور حضرت طالوت کے شکریوں کی تعداد کی مطابقت میں ہیں۔ اس کا نام "دُرّ المعرفت" ۱۰۲۵ھ پہلے اور اس کے جمع کرنے والا مولانا یار محمد الجدید یہ بدخشی طالقانی ہیں اور دوسرے دفتر میں ۹۹ مکتوبات ہیں اسماالحسنیٰ کی تعداد کے مطابق اور اس کا تاریخی نام "نور الخلائق ۱۰۲۸ھ ہے اس کے جمع کرنے والے خواجہ عبدالحی ولد خواجہ حصاری ہیں اور تیسرے دفتر میں ۱۱۴ مکتوبات ہیں قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں کے مطابق اور اس کا نام معرفتہ الحقائق ہے" مگر تاریخ جلد ثالث کے لفظ ثالث ۱۰۳۱ھ سے ظاہر ہوتی ہے اور اس کے جمع کرنے والے خواجہ محمد ہاشم کشمی ہیں)

مکتوب اوّل پہلا مکتوب نمبر۔۱

ان احوال کے بیان میں جو الظاہر اسم سے مناسبت رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں سے ایک اسم الظاہر ہے اس کی مناسبت کے حالات اس مکتوب میں قلم بند کیے گئے ہیں اور توحید کی قسم خاص کے ظہور اور ان عروجات کے بیان میں جو محدد (عرش سے اوپر واقع ہوئے)۔ اور بہشت کے درجوں کا انکشاف اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور کے سلسلہ میں اپنے پیر بزرگوار کی طرف لکھا ہے۔ اور وہ (مجدد صاحب کے مرشد) شیخ کامل دوسرے کو کامل بنانے والے ولایت کے تمام درجوں تک پہنچنے والے نہایت کا بدایت میں شامل کرنے کے راستہ کے راہنما پسندیدہ، دین اسلام کے تائید (امداد) کرنے والے ہمارے شیخ اور امام شیخ محمد الباقی نقشبندی احراری خواجہ عبید اللہ کی طرف نسبت ہیں ان کے پاک راز کو اللہ تعالیٰ زیادہ پاک کرے اور اللہ پاک ان کو اپنی آخری بلند خواہش تک پہنچائے (آمین)

(حضرت خواجہ کا اسم گرامی محمد باقی ہے اور آپ کا عرف باقی باللہ ہے والد محترم کا نام قاضی عبد السلام خلجی ہے حضرت خواجہ باقی اللہ کی ولادت مبارکہ شہر کابل ملک افغانستان میں ۹۷۱ھ، ۱۵۶۴ء میں ہوئی اور آپ کا وصال مبارک ۲۵ جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۳ء دہلی ملک ہندوستان میں ہوا۔ آپ کا مزار شریف مرجع خواص عوام ہے آپ پہلی شخصیت ہیں جن کے ذریعہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ ملک ہند میں داخل ہوا صاحب تصوف اور صاحب کرامت ولی تھے۔

یہاں سے مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا خط شروع ہوتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ تمام غلاموں سے بہت ہی چھوٹا غلام "احمد" عرض پیش کرتا ہے۔ (احمد حضرت مجدد صاحب کا اسم شریف ہے۔ بندگان سے مراد حضرت خواجہ کے مریدان ہیں)۔ آپ کے حکم شریف کی تعمیل میں گستاخی کر رہا ہے اور مختلف حالات پیش کر رہا ہے (حضرت خواجہ کا حکم تھا کہ اپنے روحانی حالات لکھ کر بھیجو تو اس لئے خط لکھا ورنہ تو مرشد کو خط لکھنا گستاخی ہے مگر الامر فوق الادب کا معاملہ ہے۔ مجدد پاک اپنے مرشد گرامی کو خط تحریر کرتے ہیں) اور سلوک کا راستہ ظاہر ہوا خاص طور پر عورتوں کے لباس میں ظاہر ہوا بلکہ ان کے اجزاء میں جدا جدا ظاہر ہوا اور اس گروہ کی طرف اتنا کھچاؤ ہوا کہ کیا عرض کروں اور میں اس کھچاؤ میں بے اختیار تھا (یعنی غیر ارادی طور پر کھچاؤ تھا یہ سلوک کے راستہ ہیں۔

مذمت مال کا بیان

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی شافعی علیہ الرحمہ

اموال اور اولاد آزمائش ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یا ایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون (المنافقون،۹)

اے ایمان والو! تمہیں تمہارا مال واولاد اللہ سے غافل نہ کرے اور جس نے ایسا کیا، وہ نقصان پانے والے ہیں۔

مزید ارشاد ہے:

انما اموالکم واولادکم فتنۃ واللہ عندہ اجر عظیم۔(التغابن۔۱۰)

بلاشبہ تمہارے مال اور اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں اور اللہ کے نزدیک بہت بڑا اجر ہے۔

مال واولاد کو رب کی رحمت پر ترجیح دینے کی مذمت:

لہٰذا جس کسی نے بھی مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ترجیح دی اس نے عظیم نقصان کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

من کان یرید الحیاۃ الدنیا و زینتھا .(ھود،۱۵)

جو شخص دنیاوی زندگی اور زیب وزینت کی تمنا کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان الانسان لیطغیٰ ان راہ استغنیٰ۔(العلق،۶،۷)

تحقیق انسان سرکشی کرتا ہے اس؛ لیے کہ وہ خود کو غنی اور بے پرواہ سمجھتا ہے۔

مزید فرمایا: الھاکم التکاثر (التکاثر:۱)

تمہیں کثرت مال کی طلب نے ہلاک کردیا۔

مال اور عزت سے محبت کرنے کے بارے

فرمان نبوی ہے:

حب المال والشرف ينبتان النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل

جیسے پانی سبزیاں اگاتا ہے اسی طرح مال اور عزت کی محبت انسان کے دل میں اتفاق پیدا کرتے ہیں۔

فرمان نبوی ہے۔

ما ذئبان ضاریان ارسلا فی زریبة غنم باکثر فساداً فیھا من حب الشرف والمال والجاہ فی دین الرجل المسلم

دو خطرناک بھیڑئیے بکریوں کے احاطے میں گھس کر اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا کسی مسلمان کے دین میں مال عزت اور مرتبہ کی خواہش نقصان کرتی ہے۔

فرمان نبوی ہے:

ھلک المکثرون الا من قال بہ فی عباد اللہ ھکذا و ھکذا و قلیل ماھم

زیادہ دولت مند ہلاک ہو گئے مگر جنہوں نے بندگان خدا پر بے اندازہ مال خرچ کیا (وہ ہلاکت سے محفوظ رہے) اور ایسے لوگ کم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھا گیا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں سب سے برے لوگ کون ہیں۔ فرمایا ''الاغنیاء'' یعنی دولت مند۔

زیب وزینت کرنے والوں کے لیے وعید:

فرمان نبوی ہے :عنقریب تمہارے بعد ایک قوم آنے والی ہے جو دنیا کی خوش رنگ نعمتیں کھائیں گے، خوش قدم گھوڑوں پر سوار ہوں گے، بہترین، حسین وخوبصورت عورتوں سے نکاح کریں گے، بہترین رنگوں والے کپڑے پہنیں گے ان کے معمولی پیٹ کبھی نہیں بھریں گے، ان کے دل بہت زیادہ دولت پر بھی قناعت نہیں کریں گے، صبح وشام دنیا کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت کریں گے، اسے اپنا رب سمجھیں گے، اسی کے کاموں میں مگن اور اسی کی اتباع میں مشغول رہیں گے جو شخص ان لوگوں کے زمانہ کو پائے، اسے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی وصیت ہے کہ وہ انہیں سلام نہ کرے، بیماری میں ان کی عیادت نہ کرے، ان کے جنازوں میں شامل نہ ہو اور ان کے سرداروں کی عزت نہ کرے اور جس شخص نے ایسا کیا اس نے اسلام کو مٹانے میں ان سے تعاون کیا۔

فرمان نبوی ہے:

دعوا الدنیا لاھلھا، من اخذ من الدنیا فوق ما یکفیہ اخذ حفتۂ وھو لا یشعر

دنیا، دنیاداروں کے لیے چھوڑ دو جس نے اپنی ضرورت سے زیادہ دنیا لے لی اس نے بےخبری میں اپنے لیے ہلاکت لے لی۔

اللہ کی راہ میں خرچ ہونے والے مال کی بقاء

فرمان نبوی ہے:

انسان میرا مال میرا مال کرتا ہے مگر تمہارے مال سے وہ ہے جو تو نے کھالیا اور وہ ختم ہوگیا اور جو پہن لیا وہ پرانا ہوگیا جو راہ خدا میں خرچ کیا وہی باقی رہا۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں موت کو اچھا نہیں سمجھتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے پاس کچھ مال و دولت ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال کو راہ خدا میں خرچ کر دو کیونکہ مومن کا دل اپنے مال کے ساتھ رہتا ہے اگر وہ مال کو روکے رکھتا ہے تو اس کا دل مرنے پر تیار کیا ہوتا اور اگر وہ مال کو آگے بھیج دیتا ہے (راہ مولیٰ میں خرچ کر دیتا ہے) تو اسے بھی وہاں جانے کی تمنا ہوتی ہے۔

انسان کے تین دوست:

فرمان نبوی ہے:

انسان کے تین دوست ہیں، ایک اس کی موت تک ساتھ رہتا ہے دوسرا قبر تک اور تیسرا قیامت تک ساتھ رہے گا۔ موت تک کا ساتھی اس کا مال ہے، قبر تک کا ساتھ دینے والا اس کا خاندان ہے اور قیامت تک ساتھ دینے والے اس کے اعمال ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ پانی پر چلتے ہیں اور ہم نہیں چل سکتے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم مال و دولت کو کیسا سمجھتے ہو؟ وہ بولے، اچھا سمجھتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا مگر میرے نزدیک مٹی کا ڈھیلا اور روپیہ برابر ہیں۔

بدکار اور صاحب مال پل صراط سے نہیں گزر سکے گا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اے بھائی! خود کو اتنی دنیا جمع کرنے سے بچاؤ جس کا تم شکر ادا نہ کر سکو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے والا اور دولت مند اپنا مال لیے قیامت میں آئے گا وہ پل صراط سے گزرنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا گزر جا کیونکہ تو نے میرا حق ادا کیا تھا اور جب گناہگار دولت مند آئے گا اور پل صراط سے گزرنے لگے گا تو اس کا مال کہے گا تیرے لیے تباہی ہو تو نے میرے بارے میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حقوق پورے نہیں کیے تھے پس اسے تباہی میں ڈال دیا جائے گا۔

فرمان نبوی ہے:

اذا مات العبد قالت الملائکۃ ماقدم وقال الناس، ماخلف

جب انسان مرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اس نے کیا بھیجا تھا اور انسان کہتے ہیں اس نے کیا کچھ چھوڑا ہے۔

فرمان نبوی ہے:

جائیداد نہ بناؤ، تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے۔

صحابہ کرام اور ازواج مطہرات کی مال سے نفرت

روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا آپ کو ناپسند گزرا اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے بددعا کی اے اللہ! جس نے مجھے برا کہا ہے اس کے جسم کو تندرست رکھ اس کو لمبی زندگی اور بہت زیادہ مال و منال عطا کر دے۔ گویا انہوں نے تندرستی اور لمبی زندگی کے ساتھ مال و دولت کی زیادتی کو بھی برا اور اسے راہ راست سے ہٹانے والا سمجھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک درہم ہاتھ پر رکھ کر فرمایا تو جب تک مجھ سے جدا نہیں ہوگا، مجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کچھ رقم بھیجی آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں رقم بھیجی ہے۔ آپ بولیں اللہ تعالیٰ عمر پر فضل و کرم فرمائے پھر ایک پردہ لے کر اس کے چند ٹکڑے کیے اور اس کی تھیلیاں بنا کر ان میں رقم ڈال کر تمام کی تمام رشتہ داروں اور یتیموں میں تقسیم کر دی اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے دونوں جہانوں کے مالک! اس سے پہلے کہ میرے پاس اس سے پہلے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی رقم آئے، مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ چنانچہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلی زوجہ محترمہ تھیں جنہوں نے سب سے پہلے وصال فرمایا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جس نے دولت کو عزت دی اللہ نے اسے ذلیل کیا۔ کہتے ہیں جب روپیہ پیسہ بنتا ہے تو سب سے پہلے شیطان انہیں اٹھا کر ماتھے سے لگا کر چومتا ہے اور کہتا ہے جس شخص نے تم سے محبت کی، وہ یقیناً میرا بندہ ہے۔

حضرت سمیط بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے روپیہ پیسہ منافقوں کی ایسی مہاریں ہیں جو انہیں جہنم میں لے جاتے ہیں۔

مال و دولت کے ڈنک کا علاج

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ روپیہ پیسہ بچھو ہیں اگر تمہارے پاس اس کے ڈنک کا علاج نہ ہو تو اسے ہاتھ نہ لگاؤ اگر اس نے تجھے ڈنک مار دیا تو اس کا زہر تجھے ہلاک کر دے گا۔ پوچھا گیا اس کا علاج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا حلال سے کمانا اور صحیح کام میں خرچ کر دینا۔

دنیا کے شر سے پناہ

حضرت علاء بن زیاد کہتے ہیں میرے سامنے دنیا تمام زینتوں سے آراستہ ہو کر آئی تو میں نے کہا میں تیرے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ دنیا نے کہا، اگر تم میرے شر سے بچنا چاہتے ہو تو روپے پیسے سے دشمنی رکھو کیونکہ دولت اور روپے پیسے کو حاصل کرنا دنیا کو حاصل کرنا ہے جو ان سے الگ تھلگ رہے وہ دنیا سے بچ جاتا ہے۔

اسی لیے کہا گیا ہے:

(۱) میں نے یہ راز پالیا ہے اور تم بھی سمجھ لو کہ دولت کو چھوڑ کر ہی پرہیز گاری حاصل ہوتی ہے۔

(۲) جب تو دنیا پا کر اسے چھوڑ دے تو واقعی تو نے ایک مسلمان کا سا تقویٰ حاصل کیا ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

(1) تجھے کسی کی پیوند لگی قمیص یا موٹی پنڈلی تک اٹھی ہوئی چادر (تہبند)

(۲) یا اس کی پیشانی پر نشان عبادت دھوکہ میں نہ ڈالے تم تو یہ دیکھو کہیں وہ مال و دولت سے محبت تو نہیں کرتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا جواب

روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت مسلمہ بن عبدالملک نے آ کر کہا امیر المومنین! آپ نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے حکمرانوں نے نہیں کیا۔ آپ اپنی اولاد کو غریب چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تیرہ بچے تھے آپ نے یہ سن کر فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا تم

نے یہ کہا ہے کہ میں نے ان کے لیے مال و دولت نہیں چھوڑی ہے۔ میں نے کبھی ان کا حق نہیں روکا اور نہ کبھی انہیں دوسروں کا حق دیا ہے اگر یہ فرمانبردار رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی ضرورتیں پوری کرے گا وہی نیکوں کا سرپرست ہے اور اگر یہ گنہگار نکلے تو مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

میں اپنی دولت اللہ کے پاس جمع کروں گا:

روایت ہے کہ حضرت محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ کو کہیں سے بہت سی دولت مل گئی ان سے کہا گیا کہ اپنی اولاد کے لیے بھی جمع کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اسے اپنے لیے اللہ کے ہاں جمع کروں گا اور اپنے رب کو اپنی اولاد کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔

روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو عبد ربہ سے کہا، اے برادر! اپنی اولاد کے لیے برائی نہیں بلکہ بھلائی چھوڑ کر جایئے تو انہوں نے اپنے مال سے ایک لاکھ درہم نکالے۔

دو مصیبتیں

حضرت یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دو مصیبتیں ایسی ہیں کہ ان جیسی مصیبتیں اگلے پچھلے لوگوں نے نہیں سنی ہیں۔ وہ ہے موت کے وقت بندے کا مال پر افسوس کرنا۔ لوگوں نے عرض کی وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا، اس سے تمام دولت چھن جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ اسے تمام دولت کا حساب اللہ کو دینا پڑتا ہے۔

قرض دار کو مہلت دینے اور قرضہ معاف کرنے کے فضائل

محمد حشیم الدین قادری

اللہ عزوجل نے فرمایا: اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اُسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لئے اور بھلا ہے، اگر جانو۔ (پارہ ۳، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۸۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرضدار اگر تنگدست یا نادار ہو تو اس کو مہلت دینا یا قرض کا کچھ حصہ یا پورا قرضہ معاف کر دینا اجرِ عظیم کا سبب ہے۔ احادیث میں بھی اس کے بہت سے فضائل بیان ہوئے ہیں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے وہ کسی مفلس کو مہلت دے یا اُس کا قرض معاف کر دے۔ (صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب فضل انظار المعسر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے تنگدست کو مہلت دی یا اُس کا قرض معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے عرش کے سائے میں رکھے گا جبکہ اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاء انظار المعسر)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرے جو بیچنے اور خریدنے اور تقاضا کرنے میں آسانی کرے۔ (صحیح بخاری، کتاب البیوع باب السھولۃ والسماحہ فی الشراء والبیع)

ماشاءاللہ عزوجل مذکورہ حدیث پاک میں تو مستجاب الدعوات رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قرض دار کے ساتھ تقاضہ کرنے میں آسانی برتنے والے کیلئے اپنی زبان رسالت سے دعا ارشاد فرمایا، تو ہم غلامان مصطفیٰ کو چاہئے کہ اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پیاری پیاری دعا کو غنیمت جانیں اور اپنے اپنے قرض داروں کے ساتھ آسانی کا سلوک کریں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، گزشتہ زمانے میں ایک شخص کی روح قبض کرنے جب فرشتہ آیا تو مرنے والے سے سوال کیا کہ کیا تجھے اپنا کوئی اچھا کام یاد ہے؟ اس نے کہا، میرے علم میں کوئی اچھا کام نہیں۔ اس سے کہا گیا غور کر کے بتا۔ اس نے کہا صرف یہ عمل تھا کہ دنیا میں لوگوں سے تجارت کرتا اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آتا تھا، اگر مالدار بھی مہلت مانگتا تو اُسے مہلت

دے دیتا اور تنگدست سے درگزر کرتا یعنی معاف کر دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے (فرشتہ سے) فرمایا کہ تم اُس سے درگزر کرو۔

(مسند امام احمد، حدیث حذیفہ بن الیمان)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں حاضر اس معاف کرنے والے، مالدار پر آسانی کرنے اور تنگدست کو مہلت دینے والے شخص سے فرمایا میں تجھ سے زیادہ معاف کرنے کا حقدار ہوں، اے فرشتو میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(مسلم، کتاب المزارعة، باب فضل انظار المعسر)

اسی طرح کا ایک واقعہ احیاء العلوم، کتاب احکام الکسب میں کچھ یوں منقول ہے کہ، حضور سید عالم ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو اپنی جان پر ظلم کیا کرتا تھا (یعنی گنہ گار) تھا، جب اس سے حساب لیا گیا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ تھی اُس سے کہا گیا کہ تم نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں البتہ میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تو اپنے ملازموں سے کہتا تھا کہ خوشحال سے چشم پوشی کرو اور تنگدست کو مہلت دو۔ ایک روایت میں ہے کہ تنگدست سے درگزر کرو۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ درگزر کرنے کے تجھ سے زیادہ ہم حقدار ہیں۔ پس اللہ عزوجل نے اس سے درگزر فرمایا اور اس کی مغفرت فرما دی۔

حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس نے اپنے تنگدست مقروض کو مہلت دی یا اُسے قرضہ بخش دیا تو اللہ تعالیٰ اسے یوم قیامت کی تکلیفوں سے نجات دے گا۔ (روح البیان، تحت تفسیر سورہ بقرہ آیت ۲۸۰)

حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کا کسی پر قرضہ ہو اور قرضہ لینے کی میعاد آ گئی ہو پھر وہ اپنے مقروض کو مہلت دے دے تو اُس کے لئے ہر روز صدقہ ہے۔ (ایضاً)

حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین اعمال ایسے ہیں کہ جو بھی انہیں قیامت میں لائے گا تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو اور جنتی حوروں سے چاہے نکاح کرلے، وہ اعمال مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قاتل کو معافی دینے والا (۲) ہر فرض نماز کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھنے والا (۳) ضرورت مند قرض مانگنے والے کو قرض دینے والا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اگر چہ ان میں سے کسی ایک عمل کو بھی کرے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اگر چہ ان میں سے ایک عمل بھی ساتھ لائے تو بھی وہی اجر ملے گا۔ (ایضاً)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ دینے دس گنا اور قرض دینے سے اٹھارہ

گنازائد ثواب ملتا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا اس لئے کہ بسا اوقات صدقہ غنی کو بھی (غلطی سے،عمداً) دیا جاتا ہے لیکن قرض تو لیتا وہی ہے جسے سخت محتاجی ہو۔(ایضاً)

مکی مدنی آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کسی تنگدست کو مہلت دے یا اُس کا قرضہ معاف کردے تو اللہ عزوجل اس کے حساب میں آسانی فرمائے گا۔ (قوت القلوب،لابی طالب مکی جلد ۲،ص ۴۴۳)

سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک مدت تک کیلئے ایک دینار بطور قرض دے تو اس کیلئے اس مدت تک ہر دن ایک صدقے کا ثواب ہے،پھر جب مدت پوری ہو جائے اور وہ مزید مہلت دے دے تو اس کے بعد اس کیلئے روزانہ اس قرض کی مثل صدقہ کا ثواب ہے۔

(سنن ابن ماجہ،کتاب الصدقات،باب انظار المعسر)

اس حدیث کے تحت احیاء العلوم میں حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین رحمہم اللہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو اس حدیث پاک کی وجہ سے اپنے مقروض سے قرض واپس لینا پسند نہیں کرتے تھے تا کہ وہ روزانہ اتنا مال صدقہ کرنے والے کی طرح ہو جائیں۔

اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل بھی ملاحظہ فرمایئے۔امام اہلسنت سے عرض کیا گیا،حضور! میرے کچھ روپے ایک شخص پر ہیں وہ نہیں دیتے۔امام اہلسنت نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں قرض دینا اور یہ خیال کرنا کہ وصول ہو جائے گا، ایک مشکل خیال ہے۔میرے پندرہ سو روپے لوگوں پر قرض ہیں۔جب قرض دیا،یہ خیال کرلیا کہ دے دے تو خیر ورنہ طلب نہ کروں گا۔جن صاحبوں نے قرض لیا دینے کا نام نہ لیا(پھر خود ہی فرمایا)جب یوں قرض دیتا ہوں تو ہبہ کیوں نہیں کرتا(یعنی تحفہ کیوں نہیں دے دیتا؟)اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا جب کسی کا دوسرے پر دین(یعنی قرض)ہو اور اس کی میعاد گزر جائے تو ہر روز اُسی قدر روپیہ کی خیرات کا ثواب ملتا ہے جتنا دین(یعنی قرض)ہے۔(المسند للامام احمد بن حنبل۔مسند عمران بن حسین)اس ثواب عظیم کیلئے میں نے قرض دیئے،ہبہ نہ کیے کہ پندرہ سو روپے روز میں کہاں سے خیرات کرتا؟ (ملفوظات اعلیٰ حضرت،ص ۹۱)

سرکار مدینہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو قرض کی وجہ سے ایک دوسرے شخص کے پیچھے پڑا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے قرض خواہ کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ آدھا قرض معاف کردے تو اُس نے معاف کردیا پھر مقروض سے ارشاد فرمایا،اٹھ اور اس کا قرض ادا کر!

(صحیح مسلم،کتاب المساقاۃ،باب استحباب الوضع من الدین)

احسان کی اہمیت اور فضیلت قرآن واحادیث اور بزرگان دین کے اعمال واقوال میں بکثرت مذکور ہیں،یاد رہے کہ قرض دار کو تنگ نہ کرنا

اور تنگدست قرض دار کو معاف کر دینا بھی احسان ہے۔

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے ۴۰۰ درہم میں ایک خچر بیچا، جب آپ نے درہم طلب کیے تو خریدار نے کہا، اے ابوسعید کچھ رعایت فرمائیے، آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے تجھے ۱۰۰ درہم معاف کیے۔ اس نے پھر کہا، اے ابوسعید احسان فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ میں نے ۱۰۰ مزید معاف کر دیے۔ یوں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے حق میں سے صرف ۲۰۰ درہم وصول کیے۔ عرض کی گئی اے ابو سعید! یہ تو آدھی قیمت ہے، تو آپ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، احسان اسی طرح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (احیاء العلوم، باب احکام الکسب)

آپ نے پڑھا کہ قرض دار کو مہلت دینے یا معاف کرنے والے کو، قیامت کی تکالیف سے نجات، قیامت کے دن جب کہ آفتاب کی دھوپ کی تمازت اپنے شباب سے بھی تجاوز ہو رہی ہوگی اُس دن عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا، اللہ کا رحم اور آخرت کی آسانی بھی میسر ہوگی۔ جب تک مہلت دیتے رہیں گے صدقہ کا ثواب ملتا رہے گا، اور قیامت کے دن اپنے من پسند جنت کے دروازے سے جنت میں داخل ہونے اور جنت کے جس حور سے چاہے نکاح کرنے کا موقع بھی حاصل ہوگا۔ (وغیرہ) کیا اب بھی قرض دار کو تنگ کریں گے؟ ذہن بنائیے کہ ہمیں ہر مفلس و تنگ دست قرض دار کو یا تو مہلت دینی ہے یا اُس کا قرض معاف ہی کر دینا ہے۔

مقروض پر نرمی کرنے کا طریقہ: نہایت آسان اور نرم شرائط رکھی جائیں۔ ایسی کڑی شرائط رکھ دینا کہ مقروض پس (بکسر پ) کے رہ جائے باہمی الفت کو ختم کرنے کا سبب بن سکتا ہے یک مشت ادائیگی نہ کر سکنے کی صورت میں قسطوں میں تقسیم کر دیجئے۔ وصول کرتے ہوئے رویہ میں نرمی بہت ضروری ہے، ادائیگی میں تاخیر پر خوامخواہ شور مچانا، باتیں سنانا مسئلہ کو حل کرنے کی بجائے مزید الجھا دے گا۔ اگر قدرت ہو تو مکمل یا کچھ معاف کر دیجئے۔

ہمارے پیارے پیارے آقا ﷺ صحابہ کرام کو بھی قرض دار کو مہلت دینے اور پورا یا بعض قرض معاف کر دینے کا حکم ارشاد فرماتے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے درخت پر پھل خریدے، وہ پھل قدرتی آفت سے تلف ہو گئے اور اس پر قرض زیادہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُس پر صدقہ کرو، تو لوگوں نے اس پر صدقہ کیا۔ صدقہ کی وہ رقم اس کے قرض کے برابر نہ پہنچ سکی، رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا جو تم لوگوں کو مل گیا ہے وہ لے لو اُس کے علاوہ رقم پر تمہارا حق نہیں۔

(کتاب المساقاۃ و المزارعۃ، باب استحباب الوضع من الدین)

عبداللہ بن کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ کے عہد میں ابن ابی حدود سے اپنے قرض کا مسجد میں تقاضا کیا، حتیٰ کہ ان

دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں، رسول اللہ ﷺ نے ان آوازوں کو حجرے میں سن لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حجرے کا دروازہ کھولا اور ان کے لبیک یارسول اللہ۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اپنے قرض میں سے آدھا کم کر دو، انہوں نے کہا میں نے آدھا کم کر دیا، یارسول اللہ ﷺ رسول اللہ نے (ابن ابی حدود) سے فرمایا کہ اٹھو اور ان کا قرض ادا کرو۔

آخر میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مجوسی قرض دار کو واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں، منقول ہے کہ ایک مجوسی پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ مال قرض تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قرض کی وصولی کیلئے اس مجوسی کے گھر کی طرف گئے جب اس کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو (اتفاق سے) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوتے پر نجاست لگ گئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (نجاست چھڑانے کی غرض سے) اپنے جوتے کو جھاڑا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کی وجہ سے کچھ نجاست اڑ کر مجوسی کی دیوار کو لگ گئی۔ یہ دیکھ کر آپ پریشان ہو گئے اور فرمایا کہ اگر میں نجاست کو ایسے ہی رہنے دوں تو اس سے اس مجوسی کی دیوار خراب ہو رہی ہے اور اگر میں اسے صاف کرتا ہوں تو دیوار کی مٹی اکھڑے گی۔ اسی پریشانی کے عالم میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ بجایا تو ایک لونڈی باہر نکلی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ اپنے مالک سے کہو کہ ابوحنیفہ دروازے پر موجود ہے۔ وہ مجوسی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور اس نے یہ گمان کیا کہ آپ اپنے قرض کا مطالبہ کریں گے، اس لئے اس نے آتے ہی ٹال مٹول کرنا شروع کر دی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا، مجھے یہاں تو قرض سے بھی بڑا معاملہ درپیش ہے، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیوار پر نجاست لگنے والا واقعہ بتایا پھر پوچھا کہ اب دیوار صاف کرنے کی کیا صورت ہے؟ (یہ سن کر) اس مجوسی نے عرض کی میں (دیوار کی صفائی کرنے کی) ابتداء اپنے آپ کو پاک کرنے سے کرتا ہوں اور اُس مجوسی نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔ (تفسیر کبیر، الفصل الرابع، فی تفسیر قولہ، مالک یوم الدین)

قرض کی ادائیگی کیلئے دعا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک مکاتب غلام آیا اور عرض کی میں اپنی کتابت (کا مال) ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں، میری کچھ مدد فرمائیے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کیا میں تجھے وہ کلمہ نہ سکھا دوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے سکھائے تھے؟ (ان کلمات کی برکت یہ ہے کہ) اگر تجھ پر پہاڑ برابر بھی قرض ہو تو اللہ تعالیٰ تجھ سے ادا کرا دے۔ تم یہ پڑھا کرو۔

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے تو کافی ہو جا، مجھے اپنی مہربانی سے اپنے سوا سے بے پرواہ کر دے۔ (ترمذی شریف)

جامع آیا صوفیہ

تاریخ، پس منظر و پیش منظر۔۔۔ مسلم رواداری اور مغرب کے دوہرے معیار کا آئینہ دار

محمد آفتاب احمد (مرکزی ناظم اعلیٰ)

لمحہ موجود میں جب آیا صوفیہ کی تاریخی حیثیت، پس منظر و پیش منظر مجلہ الحقیقہ کے قارئین کے لیے پیش خدمت ہے یہ بتانا ضروری ہے کہ جب پوری دنیا بالعموم اور اہل پاکستان بالخصوص آیا صوفیہ سے متعلق خبریں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے ملاحظہ فرمارہے ہیں عین وقت کے انہیں دریچوں میں ارتغل ڈرامہ ہوا کے صوتی لہروں سے گھر گھر میں دیکھا جارہا ہے۔ خلافت بنوعباس کے زوال کے بعد غلبہ اسلام کے لیے سلطنت عثمانیہ کی لازوال جدوجہد جو بعدازاں منہاج علی النبوت کی طرز پر خلافت عثمانیہ کا قیام جو تقریباً ساڑھے چھ سو سال تک تین براعظموں پر بیک وقت قائم رہی اور اہل اسلام کا قابل فخر اثاثہ رہا، آیا صوفیا بھی اسی دور کی یادگار ہے۔

آیا صوفیہ کا پس منظر:

گذشتہ دو ہزار سال سے آیا صوفیہ قسطنطنیہ کی ایک عمارت ہے جو تاریخ کے لاتعداد مناظر دیکھ چکی ہے۔ آیا صوفیہ 481 سال تک مسلمانوں کے سجدوں سے آباد رہی، لیکن 1931ء میں اتاترک نے اپنی اسلام دشمنی میں پہلے اس پر تالے لگائے اور پھر 1935ء میں اسے ایک عجائب گھر میں تبدیل کر دیا۔ اب دوبارہ اس کے میناروں سے اذان کی صدا بلند ہونیوالی ہے۔ قسطنطنیہ کا شہر اور یہ عمارت "آیا صوفیہ" مسلمانوں کے عروج وزوال کی کہانی تو سناتی ہے لیکن ساتھ ساتھ عظیم بازنطینی رومی شہنشاہیت کے زوال کی بھی داستان بیان کرتی ہے۔ یہ شہر ایشیا اور یورپ کے سنگھم اور آبنائے باسفورس کے کنارے آباد کیا گیا۔ اس جگہ کا انتخاب رومن بادشاہ قسطنطین نے کیا تھا۔ آیا صوفیہ کی تاریخی حیثیت سمجھنے کے لیے قسطنطنیہ کی تاریخی فتح، ماقبل جدوجہد، پس وپیش کے حالات اور تاریخ کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

خلافت عثمانیہ کا دارالحکومت قسطنطنیہ جسے آج ہم استنبول کے نام سے جانتے ہیں جو دراصل "اسلام بول" سے ماخوذ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کئی احادیث میں قسطنطنیہ کا ذکر کئی حوالوں سے موجود ہے اور یہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش گوئیوں کی حقانیت کا مرہون منت ہے۔ آیا صوفیہ، سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں فتح قسطنطنیہ ہونے تک مسیحیوں کا دوسرا بڑا مذہبی مرکز بنا رہا ہے، آیا صوفیا کی بنیاد روم کے پہلے عیسائی بادشاہ قسطنطین نے آبنائے باسفورس کے کنارے اس علاقے کو 324 عیسوی میں اپنے دارالحکومت کے طور پر منتخب کیا۔ یہ دراصل یونانیوں کا آباد کیا ہوا شہر، بازنطیم (Bazantium) تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس شہر سے حکمرانی کرنے والے رومن بادشاہوں کو بازنطینی حکمران کہا جاتا ہے۔

تقریباً پانچویں صدی عیسوی سے مسیحی دنیا دو بڑی سلطنتوں میں تقسیم ہوگئی تھی، ایک سلطنت مشرق میں تھی جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا، اور اس میں بلقان، یونان، ایشیائے کوچک، شام، مصر اور حبشہ وغیرہ کے علاقے شامل تھے، اور وہاں کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا بطریک (Patriarch) کہلاتا تھا۔ اور دوسری بڑی سلطنت مغرب میں تھی جس کا مرکز روم (اٹلی) تھا۔ یورپ کا بیشتر علاقہ اسی کے زیرنگیں تھا، اور یہاں کا مذہبی پیشوا پوپ یا پاپا کہلاتا تھا۔ ان دونوں سلطنتوں میں ہمیشہ سیاسی اختلافات کے علاوہ مذہبی اور فرقہ وارانہ اختلافات جاری رہے۔ مغربی سلطنت جس کا مرکز روم تھا وہ رومن کیتھولک کلیسا فرقے کی تھی۔ اور مشرقی سلطنت، آرتھوڈوکس کلیسا فرقے کی تھی۔ آیا صوفیہ کا چرچ یہ آرتھوڈوکس کلیسیا کا عالمی مرکز تھا۔

آیا صوفیہ بطور مسیحیوں کا عالمی مرکز:

آیا صوفیہ مسیحیوں کے گروہ آرتھوڈوکس کا عالمی مرکز تھا، اس چرچ کا سربراہ جو بطریرک یا "پیٹریارک" کہلاتا تھا، اسی میں مقیم تھا، لہذا نصف مسیحی دنیا اس کو کلیسا کو اپنی مقدس ترین عبادتگاہ سمجھا کرتی تھی۔ آیا صوفیہ اس لحاظ سے بھی اہم تھا کہ وہ روم کے کیتھولک کلیسیا کے مقابلے میں زیادہ قدیم تھا۔ اس کی بنیاد تیسری صدی عیسوی میں اسی رومی بادشاہ قسطنطین نے ڈالی تھی جو روم کا پہلا عیسائی بادشاہ تھا اور جس کے نام پر اس شہر کا نام بیزنطیہ سے قسطنطنیہ رکھا گیا تھا۔ تقریباً ایک ہزار سال تک یہ عمارت اور کلیسا پورے عالم عیسائیت کے مذہبی اور روحانی مرکز کے طور پر استعمال ہوتی رہی۔ مسیحیوں کا عقیدہ بن چکا تھا کہ یہ کلیسا کبھی ان کے قبضے سے نہیں نکلے گا۔ اس سے ان کی مذہبی اور قلبی لگاؤ کا یہ عالم ہے کہ اب بھی آرتھوڈوکس کا سربراہ اپنے نام کے ساتھ "سربراہ کلیسائے قسطنطنیہ" (The Hear of the Church of the Constantinople) لکھتا آیا ہے۔

آیا صوفیہ کی تعمیر:

قسطنطین نے اس جگہ 360ء میں ایک لکڑی کا بنا ہوا کلیسا تعمیر کیا تھا۔ چھٹی صدی میں یہ کلیسا جل گیا تو اسی جگہ قیصر جسٹینین اول نے 532ء میں اسے پختہ تعمیر کرنا شروع کیا اور اس کی تعمیر پانچ سال دس مہینے میں مکمل ہوئی۔ دس ہزار معمار اس کی تعمیر میں مصروف رہے اور اس پر دس لاکھ پاؤنڈ خرچ آیا۔ اس کی تعمیر میں قیصر نے دنیا کے متنوع سنگ مرمر استعمال کیے، تعمیر میں دنیا کے خاص مسالے استعمال کیے گئے۔ دنیا بھر کے کلیساؤں نے اس کی تعمیر میں بہت سے نوادر نذرانے کے طور پر پیش کیے۔ اور روایت ہے کہ جب جسٹینین اول اس کی تکمیل کے بعد پہلی بار اس میں داخل ہوا تو اس نے کہا: "سلیمان میں تم پر سبقت لے گیا"۔ (نبی سلیمان علیہ السلام کے ذریعہ بیت المقدس کی تعمیر پر تکبرانہ اور گستاخانہ جملہ تھا۔ نعوذ باللہ)

اسلامی فتح:

خلافتِ عثمانیہ کے سلطان محمد فاتح نے 1453ء میں قسطنطنیہ کو فتح کیا، اور بازنطینیوں کو شکست ہوگئی تو اس شہر کے مذہبی رہنماؤں اور راسخ العقیدہ عیسائیوں نے اسی کلیسا میں اس خیال سے پناہ لے لی تھی کہ کم از کم اس عمارت پر دشمن کا قبضہ نہیں ہو سکے گا۔ مشہور انگریز مؤرخ ایڈورڈ گبن منظر کشی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"گرجا کی تمام زمینی اور بالائی گیلریاں باپوں، شوہروں، عورتوں، بچوں، پادریوں، راہبوں اور کنواری ننوں کی بھیڑ سے بھر گئی تھی، کلیسا کے دروازوں کے اندر اتنا ہجوم تھا کہ ان میں داخلہ ممکن نہ رہا تھا۔ یہ سب لوگ اس مقدس گنبد کے سائے میں تحفظ تلاش کر رہے تھے جسے وہ زمانہ دراز سے ایک ملأ اعلی کی لاہوتی عمارت سمجھتے آئے تھے۔ یہ سب ایک افتراپرداز الہام کی وجہ سے تھا جس میں یہ جھوٹی بشارت تھی کہ جب ترک دشمن اس ستون (قسطنطین ستون) کے قریب پہنچ جائیں گے تو آسمان سے ایک فرشتہ ہاتھ میں تلوار لیے نازل ہوگا اور اس آسمانی ہتھیار کے ذریعے سلطنت ایک ایسے غریب آدمی کے حوالے کر دے گا جو اس وقت اس ستون کے پاس بیٹھا ہوگا۔ (The Decline and Fall of the Roman Empire. 697, 696)"

لیکن ترک عثمانی فوج سلطان محمد فاتح کی سرپرستی میں اس ستون سے بھی آگے بڑھ کر صوفیہ کلیسا کے دروازے تک پہنچ گئے، نہ کوئی فرشتہ آسمان سے نازل ہوا اور نہ رومیوں کی شکست فتح میں تبدیل ہوئی۔ کلیسا میں جمع عیسائیوں کا ہجوم آخر وقت تک کسی غیبی امداد کا منتظر رہا۔ بالآخر سلطان محمد فاتح اندر داخل ہو گئے، لیکن سلطان محمد فاتح اس ستون سے گذرتا ہوا اس مسجد کے گنبد والے ہال میں داخل ہوا اور اس نے وہاں کھڑے ہو کر رسول اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے، گنبد والے فرشتے کے منتظر عیسائیوں کے لئے ویسے ہی فقرے بولے جو رسول اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے وقت بولے تھے کہ " آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں، تم سب امان میں ہو"۔ آیا صوفیہ میں موجود عیسائی خاندان جو اپنی موت اپنے سامنے دیکھ رہے تھے، سلطان کے اس اعلان پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ گئے اور سلطان نے سب کے جان مال اور مذہبی آزادی کی ضمانت دی۔ فتح کے دن فجر کی نماز کے بعد سلطان محمد فاتح نے یہ اعلان کیا تھا کہ "ان شاءاللہ ہم ظہر کی نماز ایا صوفیہ میں ادا کریں گے"۔ چنانچہ اسی دن فتح ہوا اور اس سرزمین پر پہلی نماز ظہر ادا کی گئی، اس کے بعد پہلا جمعہ بھی اسی میں پڑھا گیا۔

آیا صوفیہ مسجد:

قسطنطنیہ چونکہ سلطان کی طرف سے صلح کی پیشکش کے بعد بزور شمشیر فتح ہوا تھا، اس لیے مسلمان ان کلیساؤں کو باقی رکھنے کے پابند نہ تھے اور اس بڑے چرچ کے ساتھ جو توہمات اور باطل عقیدے وابستہ تھے انھیں بھی ختم کرنا تھا۔ اس موقع پر سلطان نے کہا کہ چونکہ یہ شہر ہم نے حضرت عمرؓ کے عیسائیوں سے معاہدے کے تحت بیت المقدس حاصل کرنے کی طرح حاصل نہیں کیا بلکہ لڑ کر فتح کیا ہے اس لئے ہم عبادت گاہوں کے ضامن ہیں، ہم جمعہ کی نماز یہاں ادا کریں گے۔ اس لیے سلطان محمد فاتح نے اس چرچ کو مسجد میں تبدیل کرنے کا ارادہ کیا، چنانچہ اسے مال کے ذریعہ خریدا گیا، اس میں موجود رسموں اور تصاویر کو مٹا دیا گیا یا چھپا دیا گیا اور محراب قبلہ رخ کر دی گئی، سلطان نے اس کے میناروں میں بھی اضافہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد یہ مسجد "جامع آیا صوفیہ" کے نام سے مشہور ہو گئی اور سلطنت عثمانیہ کے خاتمہ تک تقریباً پانچ سو سال تک پنجوقتہ نماز ہوتی رہی۔

آیا صوفیہ میوزیم:

آیا صوفیہ کی عمارت فتح قسطنطنیہ کے بعد سے 481 سال تک مسجد اور مسلمانوں کی عبادت گاہ رہی۔ لیکن سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کے بعد جب مصطفیٰ کمال اتاترک ترکی کا سربراہ بنا، تو اس نے اس مسجد میں نماز بند کر کے اسے میوزیم (عجائب گھر، نمائش گاہ) بنا دیا۔

مسجد بحالی کا مطالبہ:

31 مئی 2014ء کو ترکی کی "نوجوانان اناطولیہ" نامی ایک تنظیم نے مسجد کے میدان میں فجر کی نماز کی مہم چلائی جو آیا صوفیہ کو مسجد بحالی کے مطالبے پر مبنی تھی۔ اس تنظیم کا کہنا تھا کہ انھوں نے ڈیڑھ کروڑ لوگوں کی تائیدی دستخطوں کو جمع کیا ہے۔ لیکن اس وقت کے وزیر اعظم کے مشیر نے بیان دیا کہ ابھی ایا صوفیہ کو مسجد میں بحال کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ستمبر 2018 میں آئینی عدالت نے ایک غیر جانبدار تاریخی ورثہ ایسوسی ایشن کی جانب سے اس عمارت کو نماز کے لیے کھولنے کی درخواست کو مسترد کی تھی۔ 1994 میں جب ترک صدر رجب طیب اردگان استنبول کے ناظم کا انتخاب لڑ رہے تھے تو انہوں نے اس عمارت کو نماز کے لیے کھولنے کا وعدہ کیا تھا جبکہ 2018 میں وہ یہاں قرآن کی تلاوت بھی کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اسے دوبارہ مسجد بنانے کیلئے قانونی کارروائی شروع کی گئی۔ جس کا فیصلہ جمعرات کو سنایا جانا تھا۔ مگر عدالت نے فیصلہ محفوظ کر دیا تھا۔ جسے کل سنایا

گیا۔واضح رہے کہ آیا صوفیہ دنیا کے چند مشہور سیاحتی مراکز میں سے ہے۔ ہر سال لاکھوں سیاح آیا صوفیہ کو دیکھنے کے آتے ہیں۔ یہ 2019 میں 38 لاکھ سیاحوں کے ساتھ ترکی کا معروف ترین مقام تھا۔اردگان کا کہنا ہے کہ مسجد بحالی کے بعد اسے سیاحوں کیلئے بلا معاوضہ کھولا جائے گا۔

آیا صوفیہ مسجد اور لبرلز کی چیخیں:

آیا صوفیہ کی عمارت فتح قسطنطنیہ کے بعد سے 481 سال تک مسجد اور مسلمانوں کی عبادت گاہ رہی۔لیکن سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد جب مصطفیٰ کمال اتاترک ترکی کا سربراہ بنا، تو اس نے مسجد میں نماز بند کر کے اسے عجائب گھر بنادیا۔حالیہ تاریخی فیصلے سے جہاں عیسائیوں کو تکلیف تھی ان سے کہیں زیادہ بعض مسلمانوں کو بھی تکلیف تھی جو اس وقت افسوس کا اظہار کر رہے ہیں کہ اس چرچ کو جامع مسجد میں تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟؟

یہ بھول گئے ہیں کہ آیا صوفیہ سے پہلے سپین کے مشہور (Seville) جامع مسجد جو 1187 - 1198ء میں بنایا گیا تھا اور مسلمانوں کی تاریخ کا ایک رمز سمجھا جاتا تھا جوں ہی عیسائیوں کے قبضہ میں آیا تو انھوں نے 1278ء میں اس کی حیثیت تبدیل کر کے چرچ بنایا جو تا حال موجود ہے۔اسی طرح ان کو سپین کے کورڈوبہ]Cordoba[کی وہ تاریخی مسجد یاد نہیں جس کو اموی خلیفہ عبدالرحمٰن نے 787ء میں بنایا تھا اور فن تعمیر کا ایک شاہکار سمجھی جاتی تھی لیکن عیسائیوں نے 1792ء میں اس کو (Cathederal) چرچ میں تبدیل کر دیا۔ یہ لوگ عصر قریب کی الجیریا کی (Ketchaoua) جامع مسجد کا تذکرہ بھی نہیں کرتے جو 16ویں صدی عیسوی میں عثمانیوں نے بنائی تھی جس کو فرانس نے قبضہ کرنے کے بعد 1831ء میں چرچ میں تبدیل کیا اور 1832ء میں اس کے مینار پر فرانس کا جھنڈا لگا کر فتح کا نشان قرار دیا۔

اگر ان کو تکلیف ہے تو صرف آیا صوفیہ کی حیثیت تبدیل کرنے سے ہے حالانکہ ان کو علم نہیں کہ 1705ء میں سلطان محمد الفاتح اور مجاہدین کے گھوڑوں نے جب استنبول میں قدم رکھ دیے تو اس وقت کے رائج عالمی دستور کے مطابق آیا صوفیہ کو فتح کا نشان قرار دے کر پہلا جمعہ اس میں پڑھایا اور بعد میں رسمی طور پر اس کو مسجد کی حیثیت دے دی گئی جس کو خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد 1937ء میں کمال اتاترک نے مغرب کی خوشنودی کیلیے وزیروں کے مشورہ اور اتفاق سے میوزیم میں تبدیل کیا۔

ترک عوام کی اکثریت اس حیثیت سے ناخوش تھی لیکن جو بھی برسر اقتدار آتا تھا تو وہ مغربی دنیا، دیسی لبرلز اور کمالسٹوں کے خوف کی وجہ سے اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا مردِ حر رجب طیب اردوغان نے جرأتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہی پراسیس کیے اور اتفاق و مشورہ کے ساتھ آیا صوفیہ کی حثیت تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور قانونی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے کیس کو انتظامی عدالت بھیجا جہاں 1937ء کے میوزیم کا فیصلہ کالعدم قرار دیا گیا اور فیصلے کا اختیار رجب طیب اردوغان کو دیا گیا۔انھوں نے آج مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا کر کے آیا صوفیہ کو دوبارہ جامع مسجد میں تبدیل کیا۔الحمدللہ

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** Reg No: C.P.L.208 August 2020

